مکاتیب:

سید ابوالاعلیٰ مودودی کے چند غیر مطبوعہ خطوط

ظفر حسین ظفر ☆

مکتوب نگار مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی:

انیسویں صدی چراغِ مصطفوی اور شرارِ بولہبی کے درمیان کشمکش سے عبارت ہے۔ انگریزوں اور ہندوؤں کی سیاسی بالا دستی کے خاتمے کے لیے سیاسی تحریکوں نے جنم لیا، وہ منظم ہوئیں اور مسلمانوں کے حقوق ومراعات کے لیے کوشاں بھی رہیں۔ دوسری جانب دورِ حاضر کے جملہ مسائل کی روشنی میں فکرِ اسلامی کی تشکیلِ جدید بھی انیسویں صدی کا ایک تاریخی واقعہ ہے۔ مغربی تہذیب اور انتہا پسندانہ ہندو احیائی تحریکوں کے مقابلے میں فکرِ اسلامی کے احیا کی منظم کوششیں دراصل شھد اعلی الناس کی تاریخی کشمکش کا اظہار یہ تھیں۔ مولانا حمید الدین فراہی، علامہ شبلی نعمانی، ابوالکلام آزاد، علامہ اقبال اور آخر میں سید ابوالاعلیٰ مودودی اِس فکری کہکشاں کے ستارے ہیں۔ انھی کی فکر نے قرآن کے *Dynamic* تصور کو عام کیا اور مسلم نوجوانوں کو حوصلہ ہوا کہ وہ خود اعتمادی سے اپنے آپ کو مسلمان کہہ سکیں۔

معاصر فکر کے مقابلے میں اسلامی فکر کی تشکیلِ جدید کی ایک علمی تحریک منظم ہوگئی۔ معاصر تہذیبوں کی یلغار جتنی شدید تھی ردِ عمل بھی کم نہ تھا۔ قدیم وجدید تاریخ میں تبدیلی واصلاح کی اِس درجے منظم تحریک کی مثال نہیں ملتی۔ ابوالکلام آزاد نے ۱۹۱۲ء سے ۱۹۲۰ء تک تجدید احیائے دین کی زوردار آواز بلند کی اور اسلامی فکر کی تفہیم کے لیے کارآمد علمی سرمایہ چھوڑا (اگر چہ بعد میں انھوں نے اِس فکر ہی سے انحراف کر دیا)۔ امام حمید الدین فراہی کے غور وفکر اور ریاضت کا میدان بھی قرآنی فکر ہی تھا، جس کا حاصل اُن کے شاگردِ رشید مولانا امین احسن اصلاحی نے تدبر قرآن (تفسیر ۹ جلدیں) میں پیش کر دیا ہے۔ اقبال بھی فکرِ اسلامی کی تشکیل جدید کے پرزور داعی اور شارح تھے۔ اُنھوں نے مسلمانوں کی نشاۃِ ثانیہ کا خواب دیکھا اور اپنی نظم ونثر میں دیگر تہذیبوں کے مقابلے میں فکرِ

☆ ڈاکٹر ظفر حسین ظفر، ایسوسی ایٹ پروفیسر، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج، کھڑک، راولاکوٹ، آزاد کشمیر

اسلامی کو ایک جان دار اور متحرک تہذیب کے طور پر پیش کیا۔ سید مودودی نے اِس سارے فکری اثاثے کو ایک مربوط نظام، منظم تحریک اور عملی نظامِ تربیت کی شکل دی۔ ڈاکٹر خالد علوی کے مطابق:

''میرا یہ تھیسس (Thesis) ہے کہ پیغمبرانہ فریم ورک کا بنیادی نکتہ فرد کی روحانی اصلاح اور معاشرے کی عادلانہ تشکیل ہے۔ افسوس خلافتِ راشدہ کے بعد یہی نکتہ نظر انداز کر دیا گیا۔ حضرت حسینؓ کی کاوش اِس نقطۂ نظر کو دوبارہ قائم کرنا تھا۔ ان کی شہادت سے یہ فریم ورک نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اِس پیغمبرانہ فریم ورک کے احیا کی فکری اور عملی کوشش سید مودودی کی فکر اور ان کی بپا کردہ تحریک ہے، اس فضیلت میں ان کا کوئی شریک نہیں'۔ (ترجمان القرآن، مئی ۲۰۰۴ء، ص۴۶۱)

سید ابوالاعلیٰ مودودی کے علمی اور فکری کام کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اُس کے ابعاد اور آفاق کی وسعتوں کا احاطہ اس تعارفی شذرے میں ممکن نہیں ہے۔ اُنھیں بارگاہِ حق سے اظہار کی وہ قوت ارزانی ہوئی تھی کہ گنجلک اور پیچیدہ علمی مسائل کی گرہیں یوں کھولتے کہ تفہیم و تعبیر کے نور سے قلب و ذہن منور ہو جاتے تھے۔ مولانا کسی گوشہ نشین زاہد خشک کی طرح مریدین کے مخصوص حلقے میں اسیر نہیں رہتے تھے، بل کہ وہ ایک مجلسی انسان تھے۔ ۵۔اے ذیلدار پارک کی عصری مجالس میں صلائے عام تھی، نہ کوئی پہرہ، نہ پہرہ دار، نہ پردٹو کول۔ عام آدمی سے لے کر وقت کے حکمران تک، ہر ایک کے لیے اچھرہ کے سبزہ زار سے علم و آگہی کی شمعیں فروزاں رہتی تھیں۔ اُن کی عصری مجالس تک رسائی نہ پانے والے قلم و قرطاس کے ذریعے روشنی حاصل کرتے۔ اُن کے مکتوب الیہم کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ اُردو، انگریزی اور عربی تینوں زبانوں میں مکتوب نگاری کا پورا ایک سلسلہ ہے، جس کی مکمل دریافت ایک مشکل کام ہے۔ خط لکھنے والوں میں غلام احمد پرویز، سید یعقوب شاہ (آڈیٹر جنرل آف پاکستان) اور نومسلم مریم جمیلہ جیسی شخصیات سے لے کر عام طالب علم بھی شامل تھے۔ شاید ہی کوئی شخص جواب سے محروم رہا ہو۔ ہر خط میں علم و آگہی اور زندگی کے کسی نہ کسی عملی و نظری مسئلے پر دلائل ہیں کہ انسانی ذہن اُن کی گرفت میں آئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ زیرِ نظر خطوط کے سارے مکتوب الیہان کا تعلق آزاد کشمیر سے ہے، ان مکاتیب کی تعداد ۳۱ ہے۔ ان کے موضوعات بہت اہم اور بنیادی ہیں۔ معوّذتین، ایصالِ ثواب، شفاعت، پوتے کی وراثت، سود، انعامی سکیمیں۔ ربا الفضل، پراویڈنٹ فنڈ پر سود، نمازِ تراویح کی تعداد، فرض نماز کے بعد نوافل کی ادائیگی، غیر آباد مسجد کے سامان کی منتقلی، ختمِ نبوت، ترسیلِ انبیا، نظامِ تعلیم، نصابِ تعلیم، سید عورت کا غیر سید مرد سے نکاح، جیسے موضوعات پر فکر و خیال کے اتنے چراغ روشن کیے گئے ہیں کہ نصف صدی ہونے کو ہے، ان کی لَو میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ بعض خطوں میں مولانا کی مخصوص حسِ مزاح پھڑک اٹھتی ہے۔ قاری لطف سے سرشار ہو جاتا ہے، جیسے ''پرویز صاحب کی تحریک مسلمان مردوں اور عورتوں کو کس منزل کی جانب لے جا رہی ہے اور وہاں پہنچ کر جو اسلام طلوع ہو گا اسے اندھے بھی دیکھ لیں گے''۔ (خط نمبر ۱۴ بنام محمد انور عباسی)

نبیؐ کے عالم الغیب ہونے کے متعلق لکھتے ہیں: ''ایک نبیؐ کو یہ معلوم یا بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ قیامت تک روئے زمین پر کتنے انسان یا بحر و بر میں کتنے جانور پیدا ہوں گے۔ ایک نبیؐ کو یہ جاننے یا بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی کہ محمد انور عباسی فلاں تاریخ کو فلاں مضمون کا خط لکھے گا اور اسے یہ جواب ملے گا۔ قرآن بھی یہ کہتا ہے کہ اِس میں ہر شے کی تفصیل اور بیان

ہے پھر کیا اس میں آپ کی ہماری خط کتابت بھی درج ہے؟'' (خط نمبر ۱۱ بنام محمد انور عباسی)

مولانا مودودی نے اپنی زندگی میں ہزاروں خط لکھے ہوں گے۔ اب تک ان کے درج ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں:۔

☆ Correspondence Between Maulana Maududi and Maryam Jameelah۔ لاہور: محمد یوسف خان اینڈ سنز، ۱۹۶۹ء (اس کا ترجمہ از عبدالغنی فاروق مراسلت مولانا مودودی و مریم جمیلہ کے نام سے مذکورہ بالا ادارے نے ۱۹۸۵ء میں شائع کیا۔

☆ مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودی (اوّل) مرتبہ عاصم نعمانی۔ لاہور: ایوانِ ادب، ۱۹۷۰ء

☆ مکاتیب سید ابوالاعلیٰ مودودی (دوم) مرتبہ عاصم نعمانی۔ لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۷۲ء

☆ خطوطِ مودودی (اوّل) مرتبہ رفیع الدین ہاشمی + سلیم منصور خالد۔ لاہور: البدر پبلی کیشنز، ۱۹۸۳ء۔ نظر ثانی و اضافہ شدہ طبع دوم...... لاہور: منشورات، ۲۰۱۱ء

☆ مکتوباتِ مودودی مرتبہ اشرف بخاری۔ پشاور: منظورِ عام پریس، ۱۹۸۳ء

☆ یادوں کے خطوط مرتبہ محمد یونس۔ حیدر آباد دکن: اسلامی مکتبہ، ۱۹۸۳ء

☆ مکتوباتِ مودودی بنام مولانا محمد چراغ، مرتبہ عبدالغنی عثمان۔ فیصل آباد: الانصاری پبلشرز، ۱۹۸۴ء

☆ مکتوباتِ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی بنام الحاج حکیم محمد شریف مسلم۔ مرتبہ الحاج حکیم محمد شریف مسلم۔ لاہور: البدر پبلی کیشنز، ۱۹۸۶ء (مرتب نے قبل ازیں مکاتیب زنداں کے نام سے ایک مجموعۂ خطوط ۱۹۵۲ء میں شائع کیا تھا، اس میں مولانا مودودی کے خطوط بھی شامل تھے)

☆ مولانا مودودی کے خطوط مرتبہ سید امین الحسن رضوی۔ دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی، ۱۹۹۳ء

☆ خطوطِ مودودی (دوم) مرتبہ رفیع الدین ہاشمی + سلیم منصور خالد۔ لاہور: منشورات، ۱۹۹۵ء

☆ مکاتیبِ سید مودودی مرتبہ نور ودجان۔ لاہور: ادارہ معارفِ اسلامی، ۲۰۱۱ء

o زیرِ نظر خطوط مولانا کے دست نوشت نہیں، بل کہ ٹائپ شدہ ہیں۔ اکثر خطوں پر مولانا کے دستخط (ابوالاعلیٰ) ثبت ہیں۔ بعض خط ان کے معاونین میاں طفیل محمد، محمد سلطان، محمد اسلم سلیمی اور ملک غلام علی صاحب کی جانب سے ہیں۔ ایسے خطوط کے آخر میں تحریر ہے کہ ''جواب میری ہدایت کے مطابق ہے''۔

o موجودہ خطوط میں سے سات خطوط ارمغانِ رفیع الدین ہاشمی میں شائع ہوئے تھے۔ تسلسلِ موضوع کی وجہ سے یہاں بھی شامل کیے گئے ہیں۔ باقی سارے خطوط غیر مطبوعہ ہیں۔

o خطوط کی ترتیب تعداد کے اعتبار سے رکھی گئی ہے۔ ابتدا میں مکتوب الیہ کا مختصر تعارف دیا گیا ہے۔

o خطوط کے بعض لفظوں کا اِملا برقرار نہیں رکھا گیا۔ جیسے ھوں، بلکہ، ھے، ھوئی، اسلئے کیونکہ وغیرہ۔ راقم نے جدید اصولِ

املا، کے تحت ایسے لفظوں کو بدل دیا ہے۔

- o خطوں پر تاریخ انگریزی ہندسوں میں (مثال کے طور پر 66-6-26) درج تھی۔ یہ اندازِ تحریر مولانا کا نہیں، دفتری عملے کا ہے۔ راقم نے تاریخ اور سنہ ہندسوں، جب کہ مہینہ لفظوں میں درج کیا ہے۔
- o اکثر خط جماعت اسلامی کے لیٹر پیڈ پر تحریر ہیں، جس پر مرکز جماعتِ اسلامی اچھرہ لاہور کا پتا درج ہے۔ راقم نے خط میں صرف حوالہ نمبر دیا ہے، اِس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا کس قدر کثیر المراسلت تھے۔ ہر خط کے حوالہ نمبر سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک ماہ میں کتنی مراسلت ہوتی تھی۔ مثلاً ۲۵ رمئی ۱۹۶۶ء کا حوالہ نمبر ۱۰۸۴ ہے جب کہ ۶۶:۷:۱۹ پر ۱۵۹۲ حوالہ درج ہے۔ ۱۸ ردسمبر ۱۹۶۶ء کا حوالہ ۲۴۱۲ ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مولانا کے خطوط کی ایک کثیر تعداد ابھی پردۂ غیب میں ہے۔ اب تک خطوط کے گیارہ مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں۔ اگر مولانا کے سارے خطوط جمع کیے جائیں تو شاید اِس میدان میں بھی انیسویں، بیسویں صدی کے مشاہیر میں مولانا سرفہرست ہوں گے۔
- o اسلوبِ مودودی کی یکتائی اور انفرادیت مکتوبات سمیت ان کی ہر تحریر سے ٹپکتی ہے۔ سادہ اور سلیس اسلوب میں مشکل سے مشکل موضوع کو بیان کرنے کی غیر معمولی صلاحیت مولانا کے قلم کو عطا ہوئی تھی۔ مولانا دلیل کی قوت سے قاری کے قلب وذہن کو متاثر کرتے ہیں۔ اَدق، مغلق الفاظ وتراکیب سے احتراز کرتے ہوئے مولانا کے خطوط کا رنگ عالمانہ ہوتا ہے۔ محض لفظوں کی گھن گرج سے علمیت کا رعب نہیں ڈالا جاتا۔
- o مولانا کی قرآن فہمی ان کے ہر خط سے جھلکتی ہے۔
- o اُن کا اسلوب ادبی ہے۔
- o سوال کے جواب میں بھی مولانا اس بات کو مدنظر رکھتے تھے کہ اگر سوال کا جواب پہلے سے کسی تحریر میں موجود ہے تو اُس کا حوالہ دیتے تھے، مکتوب الیہ کو شائستگی سے اپنا مؤقف سمجھاتے تھے۔ ان کا اختلاف بھی عالمانہ رنگ لیے ہوئے ہے۔

اختصاص:

- o خطوط کا اسلوب سادہ اور دل نشین ہے۔
- o دلیل کی کاٹ زیرِ نظر خطوط میں بھی موجود ہے۔ محکم دلائل دیے گئے۔
- o مسائل کا تجزیہ اور تفہیم منطقی ہے اور ہر سوال کا بھرپور جواب ہے۔
- o یہاں بھی آثار سے سوال کا اثبات کیا گیا ہے۔
- o جغرافیائی، تاریخی وتہذیبی مسائل پر گہری نظر خطوط کے عکس میں دیکھی جاسکتی ہے۔
- o مولانا کا ذہن منطقی ہے۔ جذباتی جملہ عموماً نہیں ملتا۔ اگر کبھی ایسا ہوا بھی تو صرف وقتی اثر کا نتیجہ تھا۔
- o عقلی اور جدید سائنسی Approach ہے اور عقلی ونقلی دلائل سے بات واضح کی گئی ہے۔

o مولانا کا مخاطب صرف مکتوب الیہ (ایک فرد) نہیں بل کہ ایک بڑا طبقہ ہوتا ہے۔جس طرح اقبال نے جاوید کو علامت کے طور پر استعمال کیا ہے۔

o مولانا کا قابلِ تقلید وصف یہ ہے کہ وہ بے پناہ مصروفیات کے باوجود روزانہ دس/ بارہ خطوں کے جواب ارسال کرتے۔

o مولانا سے استفسار کرنے والے اپنی ذہنی سطح کے مطابق سوال پوچھتے ،مولانا اپنے ظرف کے مطابق جواب دیتے۔

محمد انور عباسی: (مکتوب الیہ)

محمد انور عباسی (پ:۱۹۴۲ء) ضلع باغ تحصیل دھیرکوٹ کے رہنے والے ہیں۔میٹرک کے بعد وہ ۱۹۵۸ء میں کراچی منتقل ہو گئے۔کراچی شہر تب دور دراز سے آنے والے طلب گارانِ علم کے لیے آخری پناہ گاہ تھی۔آئی کام، بی کام آنرز، ایم اے معاشیات اور اسلامیات کی تعلیم اُنھوں نے جامعہ کراچی سے مکمل کی۔تعلیم کے بعد بسلسلۂ ملازمت وہ سعودی عرب منتقل ہوئے۔ تقریباً ۲۰ سال تک بینک آف سعودیہ میں اعلیٰ منصب پر فائز رہے۔

انور صاحب کے بقول میٹرک کا امتحان پاس کرنے تک وہ طلسمِ ہوشربا، باغ و بہار، الف لیلیٰ جیسی کتب کا مطالعہ کر چکے تھے۔مطالعے کے ذوق وشوق کو کراچی جیسے تہذیبی و علمی مرکز میں مہمیز ملی۔چناں چہ حاصلِ مطالعہ پر بحث ومباحثے نے اُنھیں اشتراکیوں کے حلقہ تعارف میں داخل کر دیا۔اشتراکی دوستوں کا ''منہ بند'' کرنے کے لیے انور صاحب کو وافر مقدار میں دلائل درکار تھے۔سو، دلائل و براہین کی تلاش وجستجو میں وہ سید ابوالاعلیٰ مودودی، غلام احمد پرویز اور غلام احمد قادیانی کی تحریروں کی جانب متوجہ ہوئے۔اوّل الذکر دونوں حضرات سے اُنھوں نے خط کتابت کی۔مؤخر الذکر سے زیادہ میل نہیں رکھا۔اشتراکیت اُن کے قلب وذہن پر کوئی دیرپا اثرات مرتب نہ کر سکی۔البتہ فکرِ اسلامی کی تشکیلِ جدید، الہیاتی اور کلامی مباحث، اسلامی معاشیات جیسے موضوعات محمد انور عباسی کے مزاج میں گھل مل کر اُن کی شخصیت کا لازمہ بن گئے ہیں۔تصانیف: انسانیت ہدایت کی تلاش میں ،اشاریہ افکارِ مودودی، بینک انٹرسٹ: منافع یا ربا (۲۰۱۳ء)۔

﴿۱......۱﴾

۲۵ مئی ۱۹۶۶ء حوالہ:۱۰۸۴

محترمی ومکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔آپ کے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ آپ میرا پمفلٹ ''ختم نبوّت'' (۱) پڑھ لیں۔اس میں اس مسئلے پر بحث موجود ہے۔اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ حضرت مسیح زندہ ہیں یا نہیں بل کہ یہ ہے کہ احادیث کی رو سے جس مسیح کو دوبارہ آنا ہے اس سے مراد عیسیٰ ابن مریم ہی ہیں یا کوئی ایسا شخص جو اپنے آپ کو مثل مسیح کی حیثیت سے پیش کرے؟

۲۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مَیں ان باتوں کو بیان کرنے سے احتراز کرتا ہوں بلکہ ان کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں ان کی عام اشاعت کرنے لگوں تو مجھے وقت کے حکمران جینے نہ دیں گے۔ لیکن اس خدشے کے باوجود حضرت ابو ہریرہؓ نے حسبِ موقع ان ارشادات نبوی کو بیان بھی فرمایا۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

❁ ❁ ❁

﴿۲۔۔۔۔۔۲﴾

۱۹ر جولائی ۱۹۶۶ء حوالہ: ۱۵۹۲

محترمی و مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱۔ آپ کا یہ خیال بالکل درست ہے کہ اگر آپ نفسانی خواہش یا اتباع نبویؐ کی بنا پر رفع یدین نہیں کرتے، بل کہ آپ کو رفع یدین کے حق میں دلائل قوی معلوم ہوتے ہیں اور آپ سنت سمجھ کر ایسا کرتے ہیں تو اس میں الحاد یا بے دینی کا کوئی خدشہ نہیں ہے۔ دونوں طریقوں پر نبی ﷺ نے عمل فرمایا ہے۔ اس لیے دونوں میں سے کسی ایک پر عمل کیا جا سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات ایک طریقے پر اور بعض اوقات دوسرے پر عمل کیا جائے۔

۲۔ معجزہ وہ مافوق الفطری فعل ہے جس کا صدور انبیائے کرام سے ہو۔ اگر اس کا بیان قرآن میں ہو تو اس کا انکار کفر ہے۔ اگر حدیث میں ہو تو اس کا انکار کفر تو نہیں، کیوں کہ اس کا ثبوت قرآن کی طرح قطعی نہیں، مگر یہ انکار بھی گمراہی کا موجب ضرور ہے۔

۳۔ جس شق القمر کا ذکر قرآن میں ہے، اس سے بعض نے عہد نبوی کا اور بعض نے آئندہ قیامت کے قریب کا شق القمر مراد لیا ہے (۲)۔ دونوں تاویلوں کی گنجائش ہے۔ اگر قرآن میں بیان کردہ واقعہ کو مستقبل کا واقعہ سمجھا جائے، تب بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ کے عہد مبارک میں کفار کے مطالبے پر چاند کچھ دیر دو ٹکڑوں میں پھٹ گیا تھا۔ اس معجزے کا انکار ممکن نہیں۔ یہ رات کا واقعہ تھا اس لیے دنیا میں اس کا عام مشاہدہ ہونا اور شہرت پذیر ہونا ضروری نہیں۔ اس میں اصول فطرت کی خلاف ورزی کا کوئی سوال نہیں۔ فاطر کائنات جب چاہے، اس کے عام قوانین کو بدل دے وہ اس معاملے میں مجبور و معذور نہیں ہے۔

۴۔ سورج کے ڈوب کر نکلنے یا دیر سے طلوع ہونے کا کوئی معجزہ کسی حدیث صحیح میں مذکور نہیں۔ اگر ہوتا تو ہمارے لیے قابل تسلیم ہوتا۔ قرآن میں جس فطرۃ اللہ کا ذکر ہے (۳)۔ اس سے مراد طبعی قوانین نہیں ہیں بل کہ اس سے مراد انسان کی

اپنی فطرت ہے، جو پیدائشی اور جبلی طور پر اس کے اندر رکھی گئی ہے۔اس فطرت اور تخلیق میں تبدیلی نہ ہونے کے بھی دو مفہوم ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ اس حقیقت کو کوئی بدل نہیں سکتا کہ بندہ، بندگی اور دین قیم کی پیروی ہی کے لیے پیدا ہوا ہے۔دوسرا مفہوم لاتبدیل لخلق اللہ کا یہ ہو سکتا ہے کہ اسے بیان واقعہ کے بجائے ایک حکم سمجھا جائے اور یہ مراد لی جائے کہ اللہ کی فطری ساخت کو تبدیل نہ کرو اور خود مختاری یا بندگیِ غیر کے بجائے بندگیِ رب اختیار کرو۔

۵۔ واقعہ معراج کو ماننے کے لیے یہ لازم نہیں کہ آسمان کو ایک مادی چھت یا دیوار کی طرح سمجھا جائے اور اس میں لکڑی یا لوہے کے دروازے تسلیم کیے جائیں۔معراج کو اگرچہ اسلاف میں سے بعض نے رویا قرار دیا ہے، لیکن اکثریت جسمانی معراج کی قائل ہے بالخصوص مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک عبدہ کے راتوں رات لے جانے کا ذکر قرآن میں ہے اور عبد کا اطلاق فقط روح پر نہیں بل کہ روح اور جسد دونوں پر ہوتا ہے۔ پھر آیت کے شروع میں سبحان اللہ الذی (۴) کے الفاظ ہیں۔یعنی وہ ذات عجز سے پاک اور اس فعل پر قادر ہے جو اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔ یہ سارے کا سارا اندازِ بیان معراج کے جسمانی ہونے پر دلالت کر رہا ہے۔اگر یہ محض ایک *Vision* (رؤیہ) ہوتا، یا خواب ہوتا یا کوئی روحانی واردات ہوتی تو اس کا ذکر ایسے الفاظ میں نہ ہوتا۔ باقی جہاں تک مختلف آسمانوں اور ان کے دروازوں کا تعلق ہے ممکن ہے اس سے مراد عالم بالا کے مختلف طبقات اور ان میں نفوذ کے راستے ہوں، جنھیں آنحضور ﷺ کے لیے کشادہ کر دیا گیا ہے۔

خاکسار

یہ جواب میری ہدایات کے مطابق ہے۔ — غلام علی

ابوالاعلیٰ — معاونِ خصوصی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

۞ ۞ ۞

﴿۳۰.....۳﴾

۱۸؍دسمبر ۱۹۶۶ء حوالہ: ۲۴۱۲

محترمی و مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔آپ نے ایک خط میں آٹھ سوالات کیے ہیں اور ہر سوال ایسا ہے کہ اس کے جواب میں ایک مضمون لکھنے کی ضرورت پیش آئے۔کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اس طرح کے سوالات پر خط کتابت کرنے کے لیے میرے پاس کافی وقت ہے؟

آپ کے سوالات میں سے کوئی سوال ایسا نہیں ہے، جس کا جواب میری کسی نہ کسی کتاب میں تفصیل کے ساتھ نہ دے دیا گیا ہو۔اگر آپ کو ان مسائل پر تحقیق کا شوق ہے تو میری تفسیر تفہیم القرآن (۵) اور میری کتابیں سنت کی آئینی حیثیت (۶) اور رسائل و مسائل (۷) وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔لیکن یتیم پوتے کی وراثت اور قد نریٰ تقلب وجھک فی السماء (۸) کے بارے میں آپ

کے سوالات کا انداز دیکھ کر میں سمجھتا ہوں کہ جب تک آپ اپنے سوچنے کا طرز نہیں بدلیں، کوئی مطالعہ آپ کے لیے مفید نہیں ہو سکتا۔ آپ کے ان دو سوالات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاص خیال آپ کے دماغ میں بیٹھ چکا ہے اور اس کے بعد اب آپ اُس خیال سے مختلف خیالات رکھنے والے کی تحریریں سنجیدگی سے پڑھنے اور ان کے اصل معنی و مدعا کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، بل کہ ان کا کچھ الٹا سیدھا مفہوم کہیں سے لے کر اس پر سوالات و اعتراضات کی عمارت کھڑی کر لیتے ہیں۔ اس طرح اگر آپ کو مطالعہ کرنا ہو تو میری رائے یہ ہے کہ آپ اس کام میں اپنا وقت ضائع نہ کریں اور دوسروں سے بحث چھیڑ کر ان کی تضیع وقت کرنے کی کوشش بھی نہ فرمائیں۔ آپ کی تسکین کے لیے وہ خیالات کافی ہیں جو آپ کے ذہن نشین ہو چکے ہیں (۹)۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

❁ ❁ ❁

﴿۴......۴﴾

۲۹ر دسمبر ۱۹۶۶ء حوالہ: ۲۵۱۴

محترمی و مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ مجھے افسوس ہے کہ میرا سابق خط آپ کے لیے باعث ملال ہوا (۱۰)۔ آپ کو رنجش پہنچانا میرا مقصود نہ تھا۔ مگر آپ کو چاہیے کہ آپ میری مشکل اور مجبوری کو بھی سمجھنے کی کوشش کریں۔ میرے پاس روزانہ آٹھ دس خطوط جواب طلب آجاتے ہیں، ان سب کا جواب دینے کے ساتھ ساتھ مجھے بہت سے دوسرے کام بھی کرنے ہوتے ہیں۔ جہاں تک خطوط کا تعلق ہے، ان میں اگر ایسے سوالات پوچھے گئے ہوں، جن کا جواب میری پہلی تحریروں میں موجود ہے تو میرے لیے نہ یہ ضروری ہے، نہ ممکن کہ ہر بار از سر نو جوابات لکھتا رہوں یا سابقہ جوابات کو نقل کرتا رہوں۔ میرے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ سائل کو اپنی پہلی تحریروں کا حوالہ دے کر ان کے مطالعہ کا مشورہ دوں۔ اگر میں ایسا نہ کروں تو نہ خطوط کی جواب دہی سے کبھی عمر بھر فارغ ہو سکتا ہوں اور نہ کسی دوسری ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتا ہوں۔ اب میں آپ کے دریافت کردہ سوالات کے بارے میں مختصراً عرض کرتا ہوں:

۱۔ شفاعت کے مسئلے پر میں تفہیم القرآن میں متعدد مقامات پر بحث کر چکا ہوں۔ ہر جلد میں انڈکس کی مدد سے یہ مقامات بآسانی تلاش کیے جا سکتے ہیں۔ (۱۱)

۲۔ ایصال ثواب کے مسئلے پر رسائل و مسائل حصہ دوم اور حصہ سوم میں سوال و جواب موجود ہیں، جنھیں فہرست مضامین سے دیکھ کر مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ (۱۲)

۳۔ لونڈی کی سزا کے معاملے میں جو اشکال آپ نے پیش کیا ہے، اس کا جواب تفہیم القرآن حصہ اوّل سورہ نسا حاشیہ ۴۶ صفحہ ۳۴۲۔۳۴۳ پر موجود ہے۔

۴۔ پوتے کی وراثت کی جس عبارت میں آپ نے تضاد محسوس کیا ہے، وہاں فی الواقع کوئی تضاد نہیں۔ پوری عبارت کا مطلب یہ ہے کہ صاحب مال پر ایسی کوئی پابندی نہیں کہ وہ سرے سے ہبہ کرہی نہ سکے۔ البتہ ہبہ علی الاولاد میں اگر عدم مساوات ہو یا ہبہ میں حسن نیت کے بجائے کسی متوقع وارث کو محروم کرنے کا جذبہ کارفرما ہو، تو یہ فعل ناپسندیدہ ہے اور قانون ایسے فعل میں مداخلت کرسکتا ہے۔ آپ کی یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ پورا مال ہبہ کردینے سے قرآنی حصے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اگر قرآنی حصے سے آپ کی مراد وارثوں کے حصے ہیں، تو یہ مورث کی زندگی میں نہیں بل کہ اس کے مرنے کے بعد حق دار بنتے ہیں اور صرف اس مال میں بنتے ہیں، جو متوفی کے ترکے میں موجود ہو۔ زندگی میں کسی کا کوئی حصہ نہیں، جس کے ٹوٹنے کا سوال پیدا ہو۔ ہبہ غیر وارث کو بھی کیا جاسکتا ہے اور وارث کو بھی مگر وصیت وارث کو نہیں کی جاسکتی۔

۵۔ آپ کا پانچواں سوال عجیب وغریب ہے۔ نہ آپ کسی کتاب کا حوالہ دیتے ہیں، نہ اصل الفاظ نقل کرتے ہیں، بس یہ لکھ دیتے ہیں کہ کسی کتاب میں تم نے اس مفہوم کی کوئی عبارت لکھی ہے۔ جس آیت کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس کی تشریح آپ تفہیم القرآن حصہ اوّل صفحہ ۱۲۱ پر دیکھ سکتے ہیں (۱۳)۔ وہاں یہ بات نہیں لکھی گئی جو آپ بیان کرتے ہیں۔ جب تک آپ متعین حوالہ نہ دیں، اس کی وضاحت کیسے کی جاسکتی ہے؟ البتہ نبی ﷺ کے تشریعی اختیارات، قرآنی وحی اور احادیث کے غیر یقینی ہونے سے متعلق جو مسائل آپ نے چھیڑے ہیں، ان سب کا جواب میری کتاب سنت کی آئینی حیثیت یا ترجمان القرآن کے منصب رسالت نمبر (۱۴) اور تفہیمات حصہ اوّل کے آخری مضامین میں مل سکتا ہے۔ ان کتابوں تک رسائی کے لیے یہ ضروری نہیں کہ آپ انھیں خرید کر ہی پڑھیں۔ کراچی میں جماعت اسلامی کے دفاتر، دارالمطالعے متعدد جگہ موجود ہیں۔ آپ وہاں سے عاریتاً کتابیں لے کر یا وہاں بیٹھ کر ان کا مطالعہ کرسکتے ہیں یا جماعت کے کسی کارکن سے کتابیں لے کر پڑھ سکتے ہیں۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

❁ ❁ ❁

﴿۵.....۵﴾

۵رجنوری ۱۹۶۷ء حوالہ:۴۲

محترمی ومکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ آپ کے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ بعض صحیح احادیث میں شق صدر اور شرح صدر دونوں طرح کے الفاظ وارد ہیں (۱۵)، جن کی صحیح کیفیت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ فرشتوں کا سینہ کھولنا یا چاک کرنا بہرحال اس طرح تو نہیں ہوسکتا جس طرح ایک ڈاکٹر آلات سرجری سے سینہ

پھاڑتا ہے اور کوئی ظاہری آلائش نکال پھینکتا ہے۔ فرشتوں نے جو صفائی اور تزکیہ بھی کیا، اس کا تعلق ظاہر کے بجائے باطن سے ہی ہوسکتا ہے۔

۲۔ نمازوں کے ساتھ بالعموم جو نفل سنت سے زائد پڑھے جاتے ہیں یہ نبی ﷺ سے ثابت نہیں، اس لیے ان کا پڑھنا ضروری نہیں۔

خاکسار

یہ جواب میری ہدایات کے مطابق ہے۔ غلام علی

ابوالاعلیٰ معاونِ خصوصی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

❁ ❁ ❁

﴿۶......۶﴾

۱۱/اپریل ۱۹۶۷ء حوالہ:۴۶۳

محترمی و مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ آپ کے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱۔ قرآن و حدیث میں مرد اور عورت دونوں کو غضِ بصر کا حکم دیا گیا ہے (۱۶)، جس کا منشا یہ ہے کہ نگاہ میں آوارگی پیدا نہ ہونے پائے۔ اگر صنفِ مقابل پر ایک نگاہ احیاناً پڑ جائے تو وہ معاف ہے لیکن گھور کر اور نظر جما کر دیکھنا اور بار بار دیکھنا جس کا مقصد یہ ہو کہ مدمقابل کی شکل و صورت کیسی ہے، یہ امر ممنوع ہے۔ برقع میں اگر عورت صرف اتنا دیکھ لے کہ سامنے کوئی مرد ہے، تو اس میں مضائقہ نہیں، البتہ وہ مرد کے خد و خال کو بنظرِ غائر دیکھنا شروع کر دے تو یہ ناجائز ہوگا لیکن برقعے سے بڑھ کر عورت کی آنکھ پر پٹی باندھ دینا اور اسے بالکل گھر میں مقید کر دینا ممکن نہیں۔

۲۔ آیت مذکورہ میں فاحشہ سے زنا مراد ہونے کی تعیین حدیث و سنت سے ہوتی ہے (۱۷)۔ آپ کا یہ خیال غلط ہے کہ زنا کا فعل دنیا میں کبھی چار افراد کی موجودگی میں نہیں ہوتا۔ یہ فعل قبیح دنیا میں پہلے بھی کھلم کھلا ہوتا رہا ہے اور آج بھی مغربی سوسائٹی میں اس کا ارتکاب مجالس بل کہ پبلک مقامات پر ہو رہا ہے۔ اسلام نے چوں کہ اس کی سزا نہایت سخت رکھی ہے، اس لیے خدا کے فضل سے ابھی تک اس کا اعلانیہ ارتکاب ہمارے معاشرے میں نہیں ہوا۔ دوسری طرف سزا چوں کہ شدید ہے اس لیے اس کی شہادت کے نصاب میں اس پہلو کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

۳۔ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ .... والی آیت (۱۸) کا صدقات واجبہ پر اطلاق بھی سنت سے ثابت ہے، اس لیے اس اختلاف کی جرأت کسی مسلمان کو نہیں ہوسکتی۔ البتہ جو شخص منکر حدیث و سنت ہو، وہ تو قرآن کے ہر لفظ کو جو معنی چاہے پہنا سکتا ہے۔ وہ تو لغت کی کتاب میں دیکھ کر یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ صلوٰۃ سے مراد کولھے مٹکانا ہے۔

خاکسار

غلام علی

معاونِ خصوصی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایات کے مطابق ہے۔

ابوالاعلیٰ

❁ ❁ ❁

﴿۷......۷﴾

۲۵رمئی ۱۹۶۷ء حوالہ:۳۹:۷

محترمی ومکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ آپ کے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ اسلامی دستور کی تدوین کے علاوہ آپ اسلامی ریاست (۱۹) اور سنت کی آئینی حیثیت (۲۰) اور تفہیمات حصہ اوّل کا آخری حصہ بھی مطالعہ کریں۔ اس طرح آپ کے سامنے بحث کے مزید گوشے آجائیں گے۔

۲۔ سنتِ رسولؐ اور سنتِ صحابہ دونوں الگ الگ ہیں۔ صحابہ کرام کا اجماع ہمارے لیے حجت ہے مگر صحابہ کا انفرادی قول و عمل حجت نہیں ہے۔

۳۔ صحابہ کرام کے بعد کسی دوسرے دور کا اجماع ہمارے لیے اس وقت تک حجت ہے، جب تک دوسرا اجماع اس کی جگہ نہ لے۔ یعنی امت کے مجتہدین اگر چاہیں تو کتاب وسنت کی روشنی میں سابق مجتہدین کے اجتہاد کو بدل سکتے ہیں۔

۴۔ یہ صحیح ہے کہ منہی عنہ فعل (۲۱) کا قانونی وجود تسلیم کرنے کے معاملے میں فقہا کے درمیان اختلاف ہے لیکن اس معاملے میں حنفیہ کا مسلک بھی کمزور یا بے بنیاد نہیں ہے۔ بہت سے افعال ایسے ہیں، جو شریعت میں ممنوع ہیں، لیکن ان کے ارتکاب کی صورت میں ان کے قانونی عواقب واثرات سے انکار کرنا ممکن نہیں ہے۔ مثلاً حالت حیض میں طلاق دینا، ایک طہر میں ایک سے زائد طلاق دینا اور بیک وقت تین طلاق دینا شرعاً ممنوع ہے لیکن ان صورتوں میں طلاق کا وقوع جمہور فقہا نے تسلیم کیا ہے۔

۵۔ دلیل ظنی سے دلیل قطعی کی تخصیص اور حدیث وسنت سے قرآنی احکام کی تخصیص، یہ پیچیدہ علمی بحثیں ہیں، جن پر خطوط میں اظہار خیال نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ عربی سیکھیں اور اصول فقہ کی کتابیں مطالعہ کریں۔ مختصر بات اتنی سمجھ لیں کہ احادیث صحیحہ اور سنت ثابتہ سے احکام قرآن کی تخصیص وتوضیح کو جملہ فقہی مذاہب نے کسی نہ کسی شکل میں تسلیم کیا ہے اور یہ ایک ایسا محکم اصول ہے جس سے انکار کی گنجائش نہیں۔ آپ دوسرے معاملات کو چھوڑ کر صرف فرض عبادات اور ارکان اسلام کو لے لیں اور پھر دیکھیں کہ ان سے متعلق قرآنی احکام کتنے عمومی انداز میں ہیں اور سنت

نے ان میں کتنی تخصیص و تفصیل فراہم کی ہے۔

خاکسار

غلام علی

معاونِ خصوصی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایات کے مطابق ہے۔

ابوالاعلیٰ

❁ ❁ ❁

﴿۸......۸﴾

۶ رجون ۱۹۶۷ء حوالہ: ۸۰۱

محترمی و مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ آپ کے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ قرآن کے سات حروف (۲۲) پر نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نزول کے وقت عرب کے مختلف قبائل کے لیے یہ رعایت تھی کہ وہ اپنے اپنے لب ولہجہ کے مطابق قرآن کی تلاوت کر لیں۔ بعد میں حضرت عثمانؓ نے قریش کے لہجے کو معیاری قرار دیا، اسی کے مطابق مصحف کی کتابت ہوئی اور قاریوں نے اسی کے مطابق حفظ کیا۔

۲۔ قرآن مجید کا موجودہ متن تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ اس لیے علمائے اصول کا اس پر اتفاق ہے کہ جو شاذ روایات قرآن کے بعض الفاظ کو موجودہ متن سے مختلف بتاتی ہیں، وہ نا قابل اعتماد ہیں۔ نظریہ نسخ آیات مع بقائے حکم پر رسائل و مسائل حصہ سوم صفحہ ۴۰ تا ۵۳ اور ۹۹ تا ۱۰۲ پر بحث موجود ہے، وہاں ملاحظہ کر لیں۔

۳۔ یہ بات اپنی جگہ پر صحیح ہے کہ قرآن مجید کی تعلیمات ابدی اور زمان و مکان کی قید سے ماوراء ہیں۔ لیکن شانِ نزول کے جو واقعات احادیث میں موجود ہیں، ان کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے، کیوں کہ ان سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں کون سا واقعہ ایک حکم نازل ہونے کا باعث ہوا تھا یا کن کن واقعات و حالات پر عہد نبویؐ میں اس حکم کو منطبق کیا گیا تھا۔ یہ چیز قرآنی فہم و بصیرت میں اضافے کا موجب بنتی ہے۔

۴۔ یہ کہنا درست نہیں کہ حدود و قصاص میں گواہی کا چھپانا افضل ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مجرم کا جرم اگر اس کے سوا کسی کے علم میں نہ آیا ہو تو اس پر یہ لازم نہیں کہ وہ ضرور اس کا اعلان کرے۔ وہ اگر خاموشی سے تائب ہو جائے تو بخشش کی توقع رکھ سکتا ہے۔ مجرم کے علاوہ اگر دوسروں کو اس کا جرم معلوم ہو، تو بعض حالات میں وہ شرعاً اس بات کے مکلف ہیں کہ بلا تاخیر اسے حکومت کے نوٹس میں لائیں اور بعض حالات میں ان کی ذمہ داری فقط اتنی ہوتی ہے کہ انھیں گواہی کے لیے طلب کیا جائے تو سچی شہادت دیں۔

۵۔ بہن بھائی کی ایک دوسرے کے خلاف گواہی یا چلتے پھرتے کھانے والی شہادت کا معتبر یا غیر معتبر ہونا، یہ جزئی معاملات ہیں، جن میں اختلاف ہوسکتا ہے۔ان کا تعلق اصولی اور منصوص احکام سے نہیں ہے۔

۶۔ قرآن مجید میں کوئی آیت ابداً منسوخ نہیں (۲۳)۔حالات متقاضی ہوں تو ان پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

خاکسار

غلام علی

معاونِ خصوصی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایات کے مطابق ہے۔

ابوالاعلیٰ

❁ ❁ ❁

﴿۹......۹﴾

۶ر ستمبر ۱۹۶۷ء حوالہ:۱۲۰۸

محترمی و مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔اگر مفصل مباحث سے آپ کا اطمینان نہیں ہوسکا تو ہمارے لیے خطوط کی وساطت سے آپ کی تشفی کرنا محال ہے۔کسی شخص کے خیالات ونظریات کو سمجھنے کا یہ طریقہ صحیح نہیں ہے کہ چند فقرے مجموعی سیاق وسباق سے الگ کر لیے جائیں اور پھر انھیں ٹکرانے کی کوشش کی جائے۔

انسان کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کے کسی شعبے کے لیے خواہ کیسا ہی نظام وضع کیا جائے، بہر حال اس کے لیے بعض پہلوؤں سے اخلاقی ہدایات سے کام لینا پڑتا ہے اور بعض دائروں میں قانونی اقدامات ناگزیر ہوتے ہیں۔جب کبھی نرے اخلاقی نصائح یا نری قانونیت پر انحصار کیا گیا ہے، معاشرے کی خرابیوں اور پیچیدگیوں میں اضافہ ہی ہوا ہے۔اسلام نے جس حد تک اخلاقی تدابیر کو موزوں سمجھا ہے انھیں برتا ہے اور جہاں قانون کو ضروری سمجھا ہے اسے استعمال کیا ہے۔

آپ غور کریں کہ معیشت ہو، سیاست ہو یا معاشرت ہو، اگر اس کے ہر مسئلے کا بہترین حل قانون کی کتاب میں درج کر دیا جائے، مگر اسے نافذ کرنے والے اس کا صحیح، بروقت اور برمحل نفاذ نہ کریں اور ساری طاقت انھی کے ہاتھ میں ہو، تو پھر کیا ہوگا؟ اخلاقی تربیت اور خوف خدا کے بغیر نظامِ حیات کی اصلاح ہو ہی نہیں سکتی۔زندگی کا ہر مسئلہ بنیادی طور پر قانونی مسئلہ نہیں بل کہ ایک اخلاقی مسئلہ ہے۔

خاکسار

غلام علی

معاونِ خصوصی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایات کے مطابق ہے۔

ابوالاعلیٰ

❁ ❁ ❁

﴿۱۰......۱۰﴾

۳۰/اکتوبر ۱۹۶۷ء حوالہ: ۱۴۸۰

محترمی ومکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ آپ کے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ آپ نے جس مسجد کا ذکر کیا ہے، اگر اس کی حفاظت اور آبادی کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے تو آپ اس کے کارآمد سامان کو کسی دوسری مسجد میں منتقل کر دیں تاکہ وہ ضائع ہونے سے بچ جائے۔ اور دوسرے خانہ خدا کے کام آئے۔ مسجدیں سب اللہ کی ہیں۔

۲۔ سنت خلفائے راشدین سے مراد خلفائے راشدین کے وہ فیصلے ہیں، جو انھوں نے صحابہ کرام کے مشورے سے خلیفہ وقت کی حیثیت سے کیے ہیں۔ اس طرح کے اجتماعی فیصلے سنت نبوی کے خلاف کبھی ہو ہی نہیں سکتے، کیوں کہ صحابہ کرام بالخصوص خلفائے اربعہ کا ہمیشہ یہ طریقہ تھا کہ جب کبھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تھا، تو سب سے پہلے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی تھی کہ اس معاملے میں اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت سے کیا رہنمائی ملتی ہے۔ اگر کتاب و سنت میں کوئی نص مل جاتی تو اسی کے مطابق فیصلہ کیا جاتا، اگر نہ ملتی تب صحابہ کے اجماع یا کثرت رائے سے اجتہاد کیا جاتا تھا۔ یہ بات غلط ہے کہ نبی ﷺ سے آٹھ رکعت سے زائد تراویح ثابت نہیں۔ نبی ﷺ سے اس بارے میں مختلف عمل منقول ہیں۔ آنحضور ﷺ امت کو کسی ایک عمل کو پابند نہیں کرنا چاہتے تھے، اس لیے آپ نے تاکید صرف قیام اللیل اور قرآن خوانی کی فرمائی۔ تراویح کی جماعت آپ نے صرف تین دن قائم کی مگر پورا قرآن آپ رمضان میں ضرور پڑھتے تھے۔ بعد میں حضرت عمرؓ نے باجماعت ختم قرآن کی ہیئت مقرر کردی اور صحابہ کرام نے اس سے اتفاق کیا۔ اس فعل کے لیے بنیاد اور دلیل چوں کہ سنت نبوی اور سنت خلفا میں موجود ہے، اس لیے اس کو بدعت نہیں کہا جا سکتا۔ عرس وغیرہ قسم کے افعال کی کوئی شرعی اصل ہمارے علم میں نہیں ہے۔

۳۔ اسلامی جمہوریت کی اصطلاح کو اس لیے گوارا کیا جا سکتا ہے کہ جمہوریت کا اصل الاصول اور اس کی بنیادی روح یہ ہے کہ حکومت کا نظام عامۃ الناس کی مرضی سے بنایا اور چلایا جائے اور حکمرانی کا حق کسی خاص فرد یا طبقے تک محدود نہ ہو۔ یہ اصول اسلام میں بھی موجود ہے، البتہ اسلام اس پر اتنا اضافہ یا پابندی عائد کرتا ہے کہ حکمرانی اور قانون سازی کتاب و

سنت کی تعلیمات کے مطابق ہو۔ جہاں تک سوشلزم کا تعلق ہے، اس کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ملکیت بالخصوص پیداوار ذرائع ووسائل کی ملکیت اشخاص وافراد کے پاس نہیں بل کہ ریاست کے ہاتھ میں ہونی چاہیے۔ اسلام اس پالیسی کو بعض استثنائی اور عارضی صورتوں میں قبول کرسکتا ہے، لیکن اسے بنیادی اور رہنما اصول کے طور پر تسلیم نہیں کرتا۔ اس لیے اسلامی سوشلزم ایک اٹکل، بے جوڑ اور باہم متناقض اصطلاح ہے (۲۴)۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

❀ ❀ ❀

﴿ ۱۱......۱۱ ﴾

۸ر نومبر ۱۹۶۷ء حوالہ: ۱۵۳۸

محترمی ومکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ آپ کے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ غیر آباد مسجد کا سامان اگر دوسری مسجد میں استعمال نہ ہوسکتا ہو، تو اسے بیچ کر اس کی قیمت دوسری مسجد پر صرف کر دی جائے، مگر زمین ہمیشہ مسجد کے حکم میں رہے گی۔ آپ وہاں ایک چبوترہ بنا دیں یا صرف حدود اربعہ کے نشانات قائم کر کے اس مسجد کا کتبہ لگا کر چھوڑ دیں۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ بندگان خدا وہاں بس جائیں اور مسجد بنا دیں۔ یہ زمین کسی دوسرے مصرف میں بہر حال نہیں لائی جاسکتی۔

۲۔ یہ بات صحیح نہیں کہ عہد نبوی میں درود نہیں پڑھا جاتا تھا۔ ہم جو درود پڑھتے ہیں یہ نبی ﷺ ہی کا تعلیم کردہ ہے۔

۳۔ جس حدیث میں ستون سے دردناک آواز نکلنے کا ذکر ہے (۲۵)، وہ صحیح ہے مگر اس کا علم غیب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انگلیوں سے پانی کی دھاریں (۲۶) بہنے اور دوسری احادیث جن میں معجزات کا بیان ہے، ان سے بھی آنحضور ﷺ کا عالم الغیب ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ جن احادیث میں یہ ذکر ہے کہ آپ کو بعض مخفی حقائق کا علم دیا گیا یا آپ نے قیامت تک ہونے والے واقعات بیان کیے، ان کا بھی یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ کو ہر چھوٹے بڑے جزئی واقعہ وحادثہ کا علم دیا گیا یا آپ نے اسے بیان فرمایا۔ اس سے مراد وہ امور ہیں، جو منصب نبوت سے متعلق ہیں اور جن کا جاننا اور بیان کرنا ایک نبی کے لیے ضروری اور ناگزیر ہے۔ مثال کے طور پر ایک نبی کو یہ معلوم یا بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ قیامت تک روئے زمین پر کتنے انسان یا بحر وبر میں کتنے جانور پیدا ہوں گے۔ ایک نبی کو یہ جاننے یا بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی کہ محمد انور عباسی فلاں تاریخ کو فلاں مضمون کا خط لکھے گا اور اسے یہ جواب ملے گا۔ قرآن بھی یہ کہتا ہے کہ اس میں ہر شے کی تفصیل اور بیان ہے۔ پھر کیا اس میں آپ کی ہماری خط کتابت بھی درج ہے؟

خاکسار

غلام علی

معاونِ خصوصی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایات کے مطابق ہے۔

ابوالاعلیٰ

❁❁❁

﴿۱۲......۱۲﴾

۱۹رفروری ۱۹۶۹ء حوالہ:۲۸۹

محترمی و مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔آپ کے سوالات کے جوابات درج ذیل ہیں:۔

۱۔ جماعت اسلامی اور مولانا مودودی صاحب تحریک پاکستان کے مخالف نہیں تھے۔اس اعتراض کا جواب بارہا دیا جاچکا ہے۔۶۴ء میں جماعت اسلامی کو خلاف قانون قرار دیتے وقت حکومت نے یہی الزام عائد کیا تھا جس کا مفصل جواب ہائی کورٹ کے سامنے دیا گیا تھا اور یہ جواب شائع بھی ہوا تھا(۲۷)۔اس وقت کے ہمارے مؤقف کو سمجھنے کے لیے براہ کرم ہماری کتاب تحریک آزادی ہند اور مسلمان کا مطالعہ کریں(۲۸)۔

۲۔ مولانا مودودی نے یہ کبھی نہیں کہا کہ ''یہ پاکستان نہیں بن رہا بل کہ کفرستان بن رہا ہے''۔

۳۔ چوتھے، پانچویں اور ساتویں سوال کا جواب ہماری کتاب مسئلہ قومیت اور تحریک آزادی ہند اور مسلمان میں موجود ہے(۲۹)۔آپ جماعت اسلامی کے دفتر یا دارالمطالعہ سے حاصل کر کے مطالعہ کر لیں۔

۴۔ اسلام نے مملکت کی سربراہی کے لیے عورت کا انتخاب ممنوع قرار دیا ہے،لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورت کے بجائے مرد چاہے جن صفات کا بھی حامل ہو،وہ سربراہی کا اہل ہوگا۔نبی ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص خود امارت کا طالب اور حریص ہو،اسے امیر نہ بنایا جائے۔جو شخص کتاب وسنت کی صریح خلاف ورزی کرے اسے امیر نہ بنایا جائے،جو شخص عوام الناس کی مرضی اور مشورے کے بغیر حکمرانی کرنا چاہے،اسے امیر نہ بنایا جائے۔اس طرح کی متعدد صفات امارت کے لیے درکار ہیں۔یہ عیوب جس مرد میں موجود ہوں،اس کے مقابلے میں وہ عورت قابل ترجیح ہے، جس میں ایسے عیوب نہ ہوں۔

۵۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی طرف جو کچھ منسوب کیا گیا ہے(۳۰)،وہ بالکل غلط اور خلاف واقعہ ہے۔میں نے اس کی تردید نوائے وقت کو بھیجی تھی،مگر اس نے شائع نہیں کی۔آئین مورخہ ۱۱رفروری کے شمارے میں میری یہ تردید چھپ چکی ہے اسے دیکھ لیں۔

۶۔ نبی ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ ہم کسی کے وارث نہیں بنتے نہ بناتے ہیں، یہ صورت صرف انبیا علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے(۳۱)۔ جبھی تو آنحضور ﷺ نے یہ فرمایا ہے ہم انبیا کسی کے وارث نہیں بنتے.........اگر چہ مسلمان کے لیے یہی بات ضروری یا پسندیدہ ہوتی تو پھر آپ یہ نہ فرماتے کہ انبیا وارث نہیں ہوتے.........بل کہ یوں فرماتے کہ اسلام کا اصول ہر ایک کے لیے یہی ہے اور پھر قرآن میں وراثت کے قوانین نازل نہ ہوتے۔ آپ اپنے دوست جو بھٹو کے مداح ہیں ان سے پوچھیے کہ اگر وراثت اور ملکیت اسلام میں جائز نہیں تو بھٹو کیوں ہزاروں ایکڑ زمین کے وارث اور مالک بنے بیٹھے ہیں، جن میں ٹریکٹر چلانے کا جائز یا ناجائز مقدمہ ان کے خلاف بنایا گیا ہے۔ کیوں وہ اپنی زمین غریبوں اور مزارعوں میں تقسیم نہیں کر دیتے؟

خاکسار

غلام علی

معاونِ خصوصی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایات کے مطابق ہے۔

ابوالاعلیٰ

❁ ❁ ❁

﴿۱۳.....۱۳﴾

۳۰/جون ۱۹۶۹ء حوالہ:۱۰۵۸

محترمی و مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ آپ ماھنامہ چراغ راہ کراچی کا سوشلزم نمبر مطالعہ کریں(۳۲)۔ اس میں آپ کے سوالات کا جواب موجود ہے۔ اقامت دین کی غرض سے علما میں باہمی تعاون پیدا کرنے کے لیے اتحاد العلما کی تنظیم کام کر رہی ہے(۳۳)۔ اس سلسلے میں ان شاءاللہ مزید مساعی سے گریز نہیں کیا جائے گا۔

خاکسار

غلام علی

معاونِ خصوصی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایات کے مطابق ہے۔

ابوالاعلیٰ

❁ ❁ ❁

﴿۱۴......۱۴﴾

۲۵؍جنوری ۱۹۷۱ء حوالہ:۳۰۲

محترمی و مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ آپ کے خط سے یہ معلوم کر کے بڑا تعجب ہوا کہ آپ جماعت اسلامی کے نصب العین اور طریق کار سے پورا اتفاق بھی رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ پرویز صاحب کے بھی مداح ہیں اور ان کے نظریہ حدیث کو بھی درست جانتے ہیں۔ ہمارے علم کی حد تک آپ پہلے شخص ہیں، جو اس طرح کی وسیع المشربی کے حامل ہیں۔ جماعت اسلامی، پرویز صاحب اور ان کے ہم خیال حضرات کی تکفیر نہیں کرتی لیکن انھیں سخت گمراہی میں مبتلا ضرور سمجھتی ہے۔ تاہم اگر آپ جماعت اسلامی کے حلقہ متفقین میں شامل رہنا چاہیں، تو رہ سکتے ہیں بشرطیکہ آپ کسی بزمِ طلوع اسلام کے ممبر نہ ہوں اور پرویز صاحب کے لٹریچر اور ان کے افکار و نظریات کے مبلغ نہ ہوں۔ کیوں کہ ایسی صورت میں بیک وقت دو متضاد تحریکوں سے وابستہ ہونا آپ کے لیے بھی اور ان کے لیے بھی بڑی مشکلات کا باعث ہوگا۔ (۳۴)

حدیث کے معاملے میں آپ یہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ یہ کتاب اللہ کے مطالب اور متقضیات کی تشریح اور ان کے مطابق اسلامی نظام زندگی کی ٹھوس اور متعین طریق پر صورت گری کرتی ہے۔ اگر حدیث اور سنت کا دامن چھوڑ دیا جائے تو اسلام ایک ایسا سیال مادہ بن کر رہ جاتا ہے، جو ہر جام اور سانچے کے مطابق ڈھل جاتا ہے۔ ایک مثال کی مدد سے اسے واضح کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ مثال ایک پہلو سے ذاتی محسوس ہوگی مگر اس کے بیان سے غرض و مقصد بالکل اصولی ہوگا۔ قرآن میں پردے کے بنیادی احکام موجود ہیں مگر ان کی تفصیل و تشریح حدیث میں ہے۔ اب حدیث کو نہ ماننے کا نتیجہ ہے کہ پرویز صاحب کے درس میں کھلے چہروں کے ساتھ عورتیں مردوں کے پہلو بہ پہلو بیٹھتی ہیں اور ان کے مخلوط اجتماعات اور کنونشنوں میں لڑکیاں بے پردہ تقریریں کرتی ہیں، بل کہ اجلاسوں کی صدارت کرتی ہیں اور ان کی تصاویر ان کے رسالوں میں باقاعدہ چھپتی ہیں۔ پرویز صاحب کے گھر میں غیر محرم لڑکیاں رہتی ہیں اور پل کر جوان ہوتی ہیں، جنھیں طاہرہ بیٹیوں کے نام سے جلسوں میں متعارف کرایا جاتا ہے اور وہ کہتی ہیں کہ مسلمانوں نے عورتوں کو زندہ درگور کر رکھا ہے اور قیامت کو ان کی باز پرس ہوگی، جس کا ذکر قرآن میں ہے کہ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ۔ (۳۵) اس ایک مثال سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ پرویز صاحب کی تحریک مسلمان مردوں اور عورتوں کو کس منزل کی جانب لے جارہی ہے اور وہاں پہنچ کر جو اسلام طلوع ہوگا اسے اندھے بھی دیکھ لیں گے۔

مفتی محمد شفیع صاحب کی پراویڈنٹ فنڈ پر جس کتاب کا ذکر آپ نے کیا ہے (۳۶)، جب تک وہ سامنے نہ ہو اس کے متعلق کچھ کہنا مشکل ہے لیکن اس فنڈ پر سودی رقم کو خدمت کا معاوضہ قرار دینا صحیح نہیں۔ خدمت کا معاوضہ تو اصل فنڈ ہے یا وہ زائد رقم ہوسکتی ہے، جو بونس وغیرہ کی شکل میں بطور انعام ملتی ہے، لیکن سود اس سے بالکل الگ ہوتا ہے، جو باقاعدہ مدت اور متعین شرح کے لحاظ سے سود ہی کے نام سے دیا جاتا ہے۔ یہ خدمت کا معاوضہ کیسے ہوسکتا ہے؟

مال اس شے کا نام ہے، جس کی کوئی قیمت ہو اور قابل انتقال یا قابل بیع و شریٰ ہو۔ مال جب آپ کچھ مدت کے لیے

دوسرے کو برائے استعمال وانتفاع دیں گے تو اس کا نام قرض ہے۔اس مدت کے عوض میں اگر فریقین کے مابین قرض کے ساتھ کوئی متعین اضافہ یا منفعت کی پیشگی شرط ہو تو یہ اضافہ سود ہوگا اور یہ قرض سودی قرض ہوگا، قرض حسنہ [نہ] ہوگا۔ پرویز صاحب سود کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ مضاربت، شراکت، مزارعت، مکان یا دکان یا کوئی دوسری شے یا سامان کرائے پر دینا بھی سود بن جاتا ہے۔معلوم نہیں یہ تعریف انھوں نے قرآن کے کس مقام سے اخذ کی ہے؟

خاکسار

غلام علی

معاونِ خصوصی مولانا سیدابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایات کے مطابق ہے۔

ابوالاعلیٰ

❀ ❀ ❀

﴿۱۵......۱۵﴾

۲۳رفروری ۱۹۷۱ء حوالہ:۶۱۲

محترمی ومکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ پرویز صاحب کے متعلق جو یہ بات لکھی گئی تھی کہ بعض لڑکیاں ان کے گھر میں رہ کر نظریات کی تربیت حاصل کرتی ہیں۔ یہ بات خود ان کے رسالوں میں چھپ چکی ہے اور بعض طالبات کا اس حیثیت سے ان کے اجتماعات میں تعارف کرایا گیا ہے۔

۲۔ سود کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا ہے درست ہے۔ سابق خط میں متعین اضافہ کے الفاظ سے مدعا یہ نہیں تھا کہ اضافے کی مقدار یا شرح مقرر ہو، مطلب صرف یہ تھا کہ اگر یہ شرط پیشگی متعین ہو کہ اضافہ بہر حال ہوگا تو وہ سود ہے خواہ اس کی کمیت مقرر نہ کی گئی ہو۔

۳۔ حدیث وسنت کے مآخذ دین ہونے کے دلائل 'سنت کی آئینی حیثیت اور تفہیمات' کے آخری مضامین میں بیان کر دیے گئے ہیں۔ اگر آپ نے ان کا مطالعہ اب تک نہ کیا ہو، تو بہتر ہوگا کہ آپ انھیں پڑھ لیں۔

خاکسار

غلام علی

معاونِ خصوصی مولانا سیدابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایات کے مطابق ہے۔

ابوالاعلیٰ

❀ ❀ ❀

﴿۱۶.....۱۶﴾

۱۸؍ستمبر۱۹۷۲ء حوالہ:۲۰۴۳

محترمی ومکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ سید یعقوب شاہ صاحب کی کتاب چھ معاشی مسائل اور اسلام ہماری نظر سے نہیں گزری (۳۷)۔ بہتر یہ تھا کہ آپ ان کے استدلال کے متعلق ہماری رائے طلب نہ کرتے۔ ان کو اجتہاد کا شوق تھا۔ مگر قرآن، حدیث اور فقہ میں جس بصیرت کے بغیر اجتہاد ممکن نہیں، وہ انھیں حاصل نہیں حتیٰ کہ عربی زبان سے بھی ناواقف ہیں۔ تاہم آپ کے سوالات کا مختصر جواب یہ ہے:۔

۱۔ سرمائے کے نامی یا مثمر ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ہر حالت میں آپ سے آپ بڑھتا ہے اور ایک متعین رفتار و مقدار کے مطابق بڑھتا ہے۔ سرمائے کے ساتھ جب تک محنت نہ ہو تو اس میں بڑھوتری نہیں ہوسکتی، پھر محنت کے ساتھ بھی اس کا اضافہ اور اضافے کی شرح یقینی نہیں۔ اس میں محنت کے ساتھ اضافے کی کوشش کا نتیجہ بعض دفعہ کم اور بعض دفعہ زیادہ اور بعض دفعہ الٹا خسارے کی شکل میں نکلتا ہے۔ ان ساری صورتوں میں ہر حالت میں ایک متعین اضافے کی گارنٹی (سود) کو کیسے جائز کہا جاسکتا ہے۔ اس پر پوری بحث ہماری کتاب سود میں موجود ہے (۳۸)۔

یہ بات بھی بالکل مہمل اور بے معنی ہے کہ شریعت نے سرمائے کو مثمر قرار دے کر اس کی قیمت کا جواز مہیا کر دیا ہے۔ مثمر ہونا ایک الگ بات ہے، جس کی وضاحت اوپر ہو چکی ہے اور کسی شے کی قدر و قیمت ہونا دوسرے بات ہے۔ سرمائے کی قیمت سے کون انکار کرتا ہے۔ ایک شخص جتنا سرمایہ قرض دے، قرض کے بعد بھی اس کی قیمت وہی ہے، جسے واپس وصول کیا جاسکتا ہے۔ سرمایہ اگر مال متقوم ہے تو اس سے سودی اضافے کا جواز کیسے ثابت ہوا؟

۲۔ سود کی ایک خاص صورت جسے ربا الفضل کہا گیا ہے (۳۹)، وہ صرف ہم جنس اشیا میں ہوتا ہے، جو بالعموم ناپ تول سے فروخت ہوتی ہیں۔

۳۔ نقد اور ادھار کی قیمتوں کے تفاوت کو آئمہ سلف میں سے بعض نے جائز اور بعض نے ناجائز کیا ہے۔ جنھوں نے جائز کہا ہے، اس وجہ سے کہا ہے کہ بیچنے والے کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ اپنا مال کم یا زیادہ نرخ پر دوگاہکوں کے ہاتھ بیچے۔ اسے ہر گاہک سے ایک ہی قیمت لینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ یہ اضافہ وقت کی قیمت نہیں کیوں کہ وصولی کا وقت متعین نہیں۔ بس ادھار کی قیمت متعین ہے۔ بہرکیف یہ ایک جزوی اختلافی مسئلہ ہے اور اس سے سود کی ان حرام صورتوں کا جواز فراہم نہیں ہوتا، جن کی حرمت پر امت کا اجماع ہے۔

خاکسار

غلام علی

معاونِ خصوصی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

❁ ❁ ❁

﴿۱۷......۱۷﴾

۳۱؍مارچ ۱۹۷۳ء حوالہ: ۸۲۳

محترمی و مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

عنایت نامہ ملا۔ معوذتین کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے کا ذکر اس لیے کرنا ناگزیر تھا کہ قدیم اور جدید مخالفینِ اسلام نے اس کو بہت اچھالا ہے اور جو شکوک انھوں نے اس کے ذریعہ سے پیدا کرنے کی کوشش کی ہے ان سے صرف نظر کر لینا مناسب نہیں تھا۔ روایات اس بارے میں اتنی زیادہ اور معتبر ہیں اور ان کے رد کرنے والوں کے دلائل اتنے کمزور ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس رائے کا سرے سے انکار کر دینا بھی ممکن نہ تھا۔

اس کے بعد جو کچھ میں نے لکھا ہے اس کا خلاصہ بس یہ ہے کہ حضرت عبداللہؓ کی اس رائے سے ان دونوں کی قرآنیت تو مشکوک نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ اس کا ثبوت تو اتنا قطعی ہے کہ صرف ایک صحابی کی رائے اس پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتی۔ البتہ حضرت عبداللہؓ کا یہ رائے رکھنا ان کی ایک انفرادی غلطی ہے، جو قصداً قرآن کی دو سورتوں کو قرآن کی سورتیں مانتے ہوئے ان کا انکار کر دینے کی بنا پر نہیں تھی، بل کہ کسی غلط فہمی کی بنا پر تھی۔ یہ غلط فہمی ابتدائی دور میں تو غلط فہمی ہو سکتی تھی۔ لیکن اب کوئی شخص عبداللہ بن مسعودؓ کی پیروی کر کے ان سورتوں کا انکار کرے تو وہ کفر سے نہیں بچ سکتا۔ کیوں کہ اب وہ اسباب باقی نہیں ہیں، جو اُس وقت حضرت عبداللہ کے لیے غلط فہمی کے موجب ہوئے تھے۔ یہ حضرت عبداللہ کے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہے جو ان کی شخصیت کی وجہ سے ہو، بل کہ ابتدائی دور کے حالات کی وجہ سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کسی صحابی کا اُس وقت ایسی غلط فہمی میں نیک نیتی کے ساتھ مبتلا ہو جانا ممکن تھا۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

❁ ❁ ❁

﴿۱۸......۱۸﴾

۲۶؍اپریل ۱۹۷۳ء حوالہ: ۱۰۵۹

محترمی و مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ آپ کے سوالات کے مختصر جوابات مولانا محترم کی طرف سے درج ذیل ہیں:۔

۱۔ یہ تو میرا اندازہ ہے کہ غالباً غلط فہمی 'قل' کے لفظ کی وجہ سے ہوئی ہوگی لیکن یہ ضروری نہ تھا کہ ہر جگہ لفظ 'قل' دیکھ کر حضرت ابن مسعودؓ اسی غلطی میں پڑ جاتے۔ کیوں کہ جو آیات ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بار بار اس لفظ کے ساتھ حضورؐ سے نماز میں سنی تھیں ان کے بارے میں کسی غلط فہمی کا امکان نہ تھا۔ ممکن ہے کہ انھیں معوذتین اس طرح نماز میں تلاوت کرتے ہوئے انھوں نے حضورؐ سے نہ سنی ہو۔

۲۔ حافظ ابن حجر نے اس مسئلے کی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے، ففول من قال انه كذب عليه(ای علی ابن مسعود) مردود ول الطعن فی الروایات الصحیحه بغیر مستند لا یقبل، بل الروایات صحیحه والتاعیل محتمل، پھر آخر میں وہ کہتے ہیں کہ، انهما (ای المعوذتین كانتا متواترتین فی عصره لكنهمالم بتواتر عنده(ابن مسعود)۔(اس شخص کا قول مردود ہے جو کہے کہ حضرت ابن مسعود کے خلاف جھوٹ گھڑا گیا اور احادیث صحیحہ میں کسی مستند وجہ کے بغیر طعن قابل قبول نہیں۔ یہ روایات صحیح ہیں اور ان کی تاویل کا احتمال ہے.......... یہ دونوں سورتیں اسی عہد میں متواتر تھیں لیکن حضرت ابن مسعودؓ کو اس کا علم نہ ہوا)۔ یہی بات میں نے لکھی تھی کہ آغاز اسلام میں اس کا امکان تھا کہ صحابی کو اس پر اجماع اور ان آیات کے متواتر ہونے کا علم نہ ہو سکا ہو۔ البتہ بعد میں ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس لیے ابن مسعود پر وہ حکم نہیں لگایا جا سکتا جو اب کسی شخص کے انکار تواتر و اجماع پر لگایا جائے گا۔ یہ بھی میں نے لکھا ہے کہ صحابہ میں سے کوئی اس مسئلے میں ان کا ہم نوا نہیں ہے۔ عہدِ نبوی میں مصحف مرتب شکل میں تیار نہیں ہوسکا۔ اس کی ترتیب و تدوین حضرت ابوبکرؓ نے کرائی۔ پھر اس زمانے میں یہ شکل بھی نہ تھی کہ لکھا لکھایا یا چھپا چھپایا، قرآن ہر گھر میں دستیاب ہو اور بے شمار قاری اسے دیکھ کر پڑھ رہے اور حفظ کر رہے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ قرأتوں میں اختلاف بھی ہے اور بعض صحیح احادیث سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض صحابہ کرام نے بعض سورتوں میں بعض الفاظ ایسے قرأت کیے ہیں، جو مصحف عثمانی میں درج نہیں ہوئے ہیں۔ ان ساری احادیث کو رد کر دینا ممکن نہیں۔ اس لیے ان کی یہی تاویل کی جائے گی کہ یہ صورتِ حال کسی لاعلمی، معذوری یا غلط فہمی کی بنا پر تھی۔ اب جب کہ سات قرأتوں پر اجماع امت ہو گیا تو وہ وجوہ موجود نہ رہے، جس کی بنا پر ان سے اختلاف کرنے والے کو معذور سمجھا جا سکے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود بلاشبہ قرآن کے بہت بڑے عالم تھے اور قرا کے سلسلے ان تک پہنچتے ہیں، لیکن کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ قرا نے ان سے علمِ قرآن پورا پورا حاصل کیا ہو اور صرف معوذتین کے بارے میں ان کی رائے قبول نہ کی ہو، جس طرح ان سے پہلے صحابہ نے اسے قبول نہ کیا تھا۔

۴۔ بلاشبہ میں خاص خاص مواقع پر روایت کے اعتبار سے کسی چیز کے مستند ہونے کے باوجود دوسرے وجوہ سے ان کی صحت تسلیم نہیں کرتا لیکن جہاں بھی میں نے ایسا کیا ہے، روایات کو تسلیم نہ کرنے کے وجوہ پورے دلائل کے ساتھ بیان کر دیے ہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ میں ہر جگہ روایات کو رد ہی کرتا چلا جاؤں خواہ رد کرنے کے لیے مجھے وزنی وجوہ نہ ملیں۔ حضرت ابن مسعود سے متعلق دو چار نہیں بل کہ بکثرت روایات ہیں، جو صحاح ستہ اور دوسری کتابوں میں موجود ہیں۔ ان

سب کا رد کرنا ممکن نہیں ہے۔ محض قباحت لازم آنے کے خطرے کو میں ایسی صورت میں روایات کے رد کرنے کے لیے کافی نہیں سمجھتا، جب کہ روایات کثیر ہوں اور صحیح بھی ہوں۔ اسی بنا پر میں نے حضورؐ پر جادو کا اثر ہو جانے کو تسلیم کیا ہے اور قباحت لازم آنے کے خطرے کو رد کر دیا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سلیمانؑ سے متعلق روایات کو قبول نہ کرنے کے لیے میں نے صرف قباحت لازم آنے پر اعتماد نہیں کیا ہے، مگر مفصل دلائل دیے ہیں جن کی بنا پر یہ روایات قابل قبول نہیں ہیں۔ نبی کی ذات معصوم اور غیر نبی کی غیر معصوم ہے۔ غیر نبی کی غلطی یا غلط فہمی سے وہ قباحت لازم نہیں آتی، جو انبیا علیہم السلام کے معاملے میں آتی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے متعلق کوئی ایسی روایت نظر سے نہیں گزری، جس میں انھوں نے نبی ﷺ کا قول نقل کیا ہو کہ یہ سورتیں قرآن کا جز نہیں ایسی کوئی روایت ہو تو وہ بلا تامل قابل رد ہو گی۔

خاکسار

غلام علی

معاونِ خصوصی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایات کے مطابق ہے۔

ابوالاعلیٰ

سید عالم کیانی: (مکتوب الیہ)

سید عالم کیانی (پ: ۱۹۴۰ء) راولاکوٹ سے ۲۰ کلومیٹر شمال کی طرف ایک گاؤں پاک گلی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ساری زندگی درس و تدریس کے ساتھ وابستہ رہے۔ محکمہ تعلیم (سکولز) آزاد کشمیر سے بہ طور سینئر معلم ۲۰۰۰ء میں ریٹائر ہوئے۔ کتاب سے اُنھیں جنون کی حد تک لگاؤ ہے۔ ایک دور افتادہ گاؤں سے تعلق اور قلیل آمدنی کے باوجود کتابیں خریدنے کے لیے سال میں راولپنڈی اور لاہور کے کئی چکر لگاتے رہے۔ جس کے نتیجے میں اُن کے پاس قابلِ قدر ذخیرہ کتب موجود ہے۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے ساتھ خط کتابت کے علاوہ جناب نعیم صدیقی، ڈاکٹر وحید قریشی اور ڈاکٹر نجم الاسلام (سندھ) جیسے کئی مشاہیر سے اُن کی مراسلت رہی۔ ترجمان القرآن، سیارہ، صحیفہ اور تحقیق کے پرانے فائل اُن کے پاس محفوظ ہیں۔ ذاتی یادداشتوں پر مشتمل اُن کی پچاس سے زائد ڈائریاں ہیں، جن کی تلخیص سے اُن کی خوب صورت آپ بیتی مرتب کی جا سکتی ہے۔

﴿۱۹......۱﴾

۱۴ر ستمبر ۱۹۷۰ء — حوالہ: ۵۹-۵۶

مکرمی و محترمی — السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کے نام آپ کا گرامی نامہ ملا۔آپ کے خیالات اور جذبات قابل قدر ہیں۔اللہ اپنے دین کی خدمت کے لیے آپ کو چن لے۔آمین۔

جماعت اسلامی پاکستان نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ ان شاء اللہ کشمیر میں جماعتی تنظیم اس وقت قائم کی جائے گی، جب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارے کشمیری بھائی حق خودارادیت استعمال کرتے ہوئے پاکستان میں الحاق کا فیصلہ کرلیں گے۔کیوں کہ کسی ملک کی کسی جماعت کی شاخیں صرف اسی علاقے میں قائم کی جاسکتی ہیں، جو ہر لحاظ سے اس ملک کا حصہ ہو۔کشمیری بھائیوں سے ہمارے گہرے ملی اور دینی تعلقات کے باوجود کشمیر ابھی تک پاکستان کا حصہ نہیں بنا۔(۴۰)

معلوم ہوا ہے کہ آزاد کشمیر کے مختلف مقامات پر مختلف احباب یہی خیالات رکھتے ہیں، جن کا اظہار آپ نے اپنے خط میں کیا ہے۔غالباً ان احباب نے آزاد کشمیر کی سطح پر کوئی انجمن بھی قائم کرنے کا فیصلہ کیا ہے، جو تبلیغ دین کا کام اجتماعی طور پر کرے گی۔آپ اس سلسلے میں مولانا شیر علی خان صاحب سے راولاکوٹ میں رابطہ پیدا کر کے معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔مولانا شیر علی خان صاحب راولاکوٹ میں ایک مدرسہ بھی چلا رہے ہیں (۴۱) اور ان کی جنرل سٹور کی ایک دکان بھی ہے۔علاوہ ازیں مظفر آباد میں جناب محمد اکرم صاحب ایڈووکیٹ صدر سنٹرل بار ایسوسی ایشن مظفر آباد (۴۲) سے بھی اس سلسلے میں تمام معلومات آپ کو مل سکتی ہیں۔آپ ان سے رجوع فرمائیں۔

بخدمت جناب۔سید عالم صاحب مدرس ڈاک خانہ راولاکوٹ، برانچ پوسٹ آفس پاک گلی آزاد کشمیر

خاکسار

محمد اسلم سلیمی

نائب قیم جماعت اسلامی پاکستان

❁ ❁ ❁

﴿۲۰......۲﴾

۱۲/جولائی ۱۹۷۱ء حوالہ: ۱۸۱۵

محترمی و مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔آپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ سیّد مرد یا سیّد عورت کا غیر سیّد مسلمان سے نکاح جائز ہے۔شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔البتہ کفو کا لحاظ رکھنا چاہیے۔کفو سے مراد معاشی اور معاشرتی معیار میں یکسانی ہے۔

خاکسار

غلام علی

معاون خصوصی مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی

❁ ❁ ❁

﴿۲۱.....۳﴾

۱۷رجون۱۹۷۲ء

محترمی ومکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا تعزیت نامہ ملا۔ڈاکٹر صاحب کی شہادت (۴۳) نہ صرف جماعت اسلامی کے لیے بل کہ پوری قوم کے لیے نقصان عظیم ہے۔ایسے نیک اور مخلص کارکن روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ظالموں نے کچھ نہیں سوچا کہ وہ کیا کررہے ہیں۔بہرحال جس نے بھی یہ کام کیا ہے ان شاءاللہ اس کو دنیا اور آخرت دونوں میں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

خاکسار

غلام علی

معاون خصوصی مولانا سیدابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایت کے مطابق ہے۔

ابوالاعلیٰ

❁ ❁ ❁

﴿۲۲.....۴﴾

۱۹رفروری۱۹۷۳ء حوالہ:۱۷۱۔۱۳

محترمی ومکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا گرامی نامہ ملا۔آپ کی ہمت قابلِ داد ہے کہ آپ نے ملازمت کے دوران میں خوب تعلیمی ترقی کی۔افسوس ہے کہ آپ نے جس معاملے میں مدد چاہی ہے۔اس میں فوری طور پر کوئی مدد کرنے سے قاصر ہوں۔بحالات موجودہ کاروباری لوگوں کے حالات اچھے نہیں۔اگر کسی وقت موقع پیدا ہوا تو شاید عرض کرسکوں۔

مولانا محترم توبخیریت ہیں۔البتہ محترم امیر جماعت کو ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت آج ایک ماہ کے لیے نظر بند کر دیا گیا ہے(۴۴)۔

خاکسار

محمد اسلم سلیمی

نائب قیم جماعت اسلامی پاکستان

❁ ❁ ❁

﴿۲۳......۵﴾

۲۶؍جنوری۱۹۷۴ء حوالہ:۱۴۷

محترمی ومکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا خط ملا۔آپ کے سوالات کا جواب یہ ہے کہ نمازِ فجر کے بعد طلوعِ افتاب تک اور نمازِ عصر کے بعد غروب تک صرف نفل پڑھنے کی ممانعت ہے۔قضا نماز یا سجدہ تلاوت ان اوقات میں جائز ہے۔البتہ عین طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب کے اوقات میں سجدہ کرنے سے منع کیا گیا ہے تاکہ سورج پرست مشرکین سے مشابہت نہ ہو۔

خاکسار

محمد سلطان

معاونِ شعبہ رسائل ومسائل

❁ ❁ ❁

﴿۲۴......۶﴾

۱۰؍مارچ۱۹۷۹ء حوالہ:۳۸۷

محترمی ومکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

۱۔ تارکِ نماز اگر نماز کی فرضیت کا منکر نہ ہو تو وہ دائرہ اسلام سے خارج تو نہیں ہوتا لیکن وہ اسلام کے کسی کام کا بھی نہیں ہو سکتا۔اسلام ایسے مسلمان پیدا کرنا یا وجود میں لانا چاہتا ہے، جو ممکن حد تک احکامِ شریعت کے پابند ہوں اور اگر ان سے کوئی غلطی ہو تو اس پر توبہ اور تلافی کی کوشش کریں۔

۲۔ روح اللہ کا لقب ہمارے ہاں تو رائج نہیں ہے تاہم اگر کسی کا یہ نام یا لقب ہو تو اس سے یہ مراد لی جائے گی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی روح ہے۔یہ نہیں کہ معاذ اللہ اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی روح حلول کر دی گئی ہے۔

۳۔ جماعت اسلامی کے لٹریچر کے لیے آپ جماعت اسلامی آزاد کشمیر یا جماعت اسلامی راولپنڈی سے رجوع کریں۔

خاکسار

غلام علی

معاونِ خصوصی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

❁ ❁ ❁

﴿۲۵......۷﴾

۱۶؍دسمبر حوالہ:۳۹۳۲

محترمی ومکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔آپ کے خیر خواہانہ جذبات باعث تشکر ہیں اور جس دینی حمیت کے پیشِ نظر آپ نے خط لکھا ہے وہ قابل قدر ہے۔

ہم اللہ کے دین کی سربلندی اور اس کی اقامت کے لیے کام کر رہے ہیں۔راستے کے نشیب وفراز اور نتائج اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔دعا ہے کہ وہ ہمیں ہر قسم کے حالات میں راہِ حق پر ثابت قدم رکھے،اپنے دین کی خدمت کی توفیق بخشے اور ہماری کوتاہیوں سے صرفِ نظر فرمائے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

محمد رفیق خان سدوزئی:(مکتوب الیہ)

محمد رفیق خان سدوزئی (۱۵؍اگست ۱۹۴۴ء۔۲۹؍اگست ۲۰۱۲ء) راولاکوٹ سے ۱۵؍کلومیٹر مغرب کی طرف ایک گاؤں سون ٹوپہ کے رہنے والے تھے۔بسلسلۂ ملازمت وہ زیادہ عرصہ بیرونِ ملک مقیم رہے۔پیشے کے اعتبار سے سرویئر تھے۔وہ مشرقِ وسطیٰ میں بڑی اچھی اچھی تعمیراتی کمپنیوں کے ساتھ وابستہ رہے۔کتاب دوست،صاحبِ مطالعہ اور سنجیدہ فکر شخص تھے۔سماجی اور سیاسی مسائل میں گہری دلچسپی لیتے اور بہت متحرک رہتے تھے۔عہدِ رفتہ کے مخلص اور بے لوث سیاسی اور سماجی کارکنوں جیسی صفات اُن میں موجود تھیں۔

کشمیر کے حوالے سے اُن کی سوچ خود مختار کشمیر کے نظریے کے قریب،جب کہ سیکولرازم اور لبرل ازم کے مقابلے میں اسلام کو بطور نظامِ زندگی کے قائل تھے۔آزاد کشمیر میں مولانا مودودیؒ سے فکری طور پر متاثر ہونے والے ابتدائی لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا،لیکن عملی طور پر کبھی جماعت اسلامی کے ساتھ وابستہ نہ رہے۔

﴿۲۶......۱﴾

۲۳؍مارچ ۱۹۶۹ء حوالہ:۴۳۸

محترمی ومکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔آپ نے آزاد کشمیر کے متعلق جو مفید مشورے اور تجاویز پیش کی ہیں،ان کے لیے میں آپ کا

شکرگزار ہوں۔ جماعت اسلامی ان شاء اللہ انھیں پیشِ نظر رکھے گی اور ان سے استفادہ کی کوشش کرے گی۔ (۴۵)

خاکسار

ابوالاعلیٰ

❁ ❁ ❁

﴿۲۷......۲﴾

۱۲؍فروری ۱۹۷۴ء حوالہ:۲۹۱

محترمی ومکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا خط ملا۔ سورۃ صافات کی آیت نمبر ۱۵۸ بینہ و بین الجنۃ نسباً میں دراصل ملائکہ کے بجائے الجنۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے (۴۶)۔ بعض اکابر مفسرین کا خیال ہے کہ یہاں جن کا لفظ اپنے لغوی مفہوم (پوشیدہ مخلوق) کے لحاظ سے ملائکہ کے لیے استعمال کیا گیا ہے، کیوں کہ ملائکہ بھی اصلاً ایک پوشیدہ مخلوق ہی ہیں اور بعد کا مضمون بھی اسی بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہاں الجنۃ کے لفظ کو ملائکہ کے معنی میں لیا جائے۔

خاکسار

محمد سلطان

معاون شعبہ رسائل ومسائل

❁ ❁ ❁

﴿۲۸......۳﴾

۲۶؍اپریل ۱۹۷۹ء حوالہ:۷۶۳

محترمی ومکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ نے تفہیم القرآن کے ترجمہ کے بارے میں اپنا جو اشکال پیش فرمایا ہے۔ اس کے لیے ہم آپ کے شکرگزار ہیں مولانا محترم کی صحت اگرچہ بے حد خراب ہے اور ان کے معالجین نے انھیں ہر طرح کے ایسے کاموں سے روک رکھا ہے، جو دماغ کے لیے ادنیٰ زحمت کا موجب ہوں تاہم کوشش کی جائے گی کہ یہ چیز ان کے نوٹس میں لائی جائے اور دونوں جگہ ایک ہی ترجمہ کر دیا جائے۔ (۴۷)

خاکسار

غلام علی

معاون خصوصی مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی

غلام حسن شاہ کاظمی: (مکتوب الیہ)

(وفات: ۱۴؍ستمبر ۱۹۸۴ء)

مظفرآباد آزاد کشمیر سے تعلق رکھتے تھے۔ دورافتادہ علاقے سے تعلق رکھنے کے باوجود برِعظیم کے ادب، سیاست اور صحافت میں ان کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ صحافت میں وہ مولانا ظفر علی خان کے اخبار زمیندار کے ساتھ وابستہ رہے۔ مولانا غلام رسول مہر کے حلقۂ احباب میں شمار رہے۔ اُن کے ساتھ طویل مراسلت شائع ہو چکی ہے۔

شاہ صاحب نے ۱۹۲۸ء میں ڈپٹی کمشنر ایبٹ آباد کو پاکستان اخبار کے اجرا کے لیے درخواست دی، لیکن منظوری ۱۹۳۶ء میں ہوئی اور یکم مئی ۱۹۳۶ء کو پاکستان کا پہلا شمارہ ایبٹ آباد سے شائع ہوا۔ اس پس منظر میں یہ معاملہ ہنوز حل طلب ہے کہ لفظ پاکستان کا خالق کون ہے؟ اگر ۱۹۲۸ء میں اِس نام سے اخبار جاری کرنے کے لیے درخواست گزاری جاتی ہے، تو پھر اوّلیت کا اعزاز کاظمی صاحب ہی کو جاتا ہے۔ کاظمی صاحب اُردو، عربی اور فارسی زبانوں میں مہارت رکھتے تھے۔ انگریزی اور پشتو بھی جانتے تھے۔ کاظمی صاحب کے بیٹے حضور امام ایڈووکیٹ نے پاکستان اخبار کے فائل اور علامہ صاحب کی دیگر غیر مطبوعہ تحریروں کو یکجا کر دیا ہے۔

متنوع موضوعات پر آپ کی سیکڑوں (مطبوعہ+غیر مطبوعہ) تصانیف ہیں۔ مجلس ترقی ادب کے ناظم کی حیثیت سے جناب احمد ندیم قاسمی نے ۱۱؍دسمبر ۱۹۷۵ء کو اپنے ایک مکتوب میں کاظمی صاحب کی تصانیف کو بذیل دس موضوعات میں تقسیم کیا ہے:

۱۔	ادبیات وکشمیریات	۲۔	تذکرہ وتعارف
۳۔	اسلامیات	۴۔	احوال وسوانح
۵۔	تنقیحات	۶۔	تحریکات سیاسیات
۷۔	تحقیقات	۸۔	مکتوبات
۹۔	اثریات	۱۰۔	نسبیات

﴿۲۹......۱﴾

۳؍ستمبر ۱۹۴۵ء (۴۸)

مکرمی ومحترمی   السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ ہمارے ہاں نصاب تعلیم ابھی مرتب نہیں ہو سکا۔ اس لیے روداد اجتماع کے ہمراہ نیا نظامِ تعلیم بھجوایا جا رہا ہے۔ اس کی روشنی میں کام کیجیے۔ نصاب مرتب ہو جانے پر آپ اس سے استفادہ فرما سکتے ہیں۔ نیز اپنی تعلیمی سکیم کی مزید توضیح روداد مجلس تعلیمی مطبوعہ رسالہ ترجمان القرآن بابت رجب تا شوال ۱۹۶۳ھ میں بھی ہم کر چکے ہیں۔ اسے بھی آپ دیکھ لیجیے (۴۹)۔

خاکسار

طفیل محمد

قیم جماعت اسلامی

❁ ❁ ❁

﴿۳۰......۲﴾

۲۱رجولائی ۱۹۷۱ء حوالہ:۱۹۰۲

مکرمی ومحترمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔آپ کی محبت اور اخلاص کے لیے شکر گزار ہوں۔سمرنا میں یونانی مظالم (۵۰) اور اس طرح کے بعض چھوٹے چھوٹے پمفلٹ یا مضامین ابتدائی دور میں، مَیں نے لکھے ضرور تھے، مگر وہ مستقل تصانیف میں شمار ہونے کے لائق نہیں۔

میں نے اپنے خاندانی حالات ایک مرتبہ ۱۹۳۲ء میں ایک دوست کی فرمائش پر لکھے تھے۔ یہ مضمون ہفت روزہ زندگی، لاہور بابت ۲۳۔۲۹رنومبر ۱۹۷۰ء میں شائع ہو چکا ہے (۵۱)۔آپ اسے دیکھ لیں (۵۲)۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

ڈاکٹر صابر آفاقی: (مکتوب الیہ)

ڈاکٹر صابر آفاقی (۱۹۳۳ء۔۲۰۱۱ء) اُردو، فارسی اور گوجرمی کے صاحبِ دیوان شاعر تھے۔آزاد کشمیر کے مختلف سکولوں اور کالجوں میں درس وتدریس سے وابستہ رہے۔۱۹۸۰ء میں آزاد کشمیر یونی ورسٹی کے ساتھ وابستہ ہوئے اور ۱۹۸۶ء میں ملازمت سے ریٹائر ہو گئے۔آفاقی نے کشمیر کی سب سے پرانی تاریخ راج ترنگنی کے فارسی تراجم کے تقابل پر ایران سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔آفاقی نے باضابطہ بہائی مذہب اختیار کرلیا تھا، اِسی نسبت سے وفات کے بعد اُنھیں بہائی قبرستان اسلام آباد میں دفن کیا گیا۔تصانیف:شہر تمنا، طلوع سحر، ثنائے بہا، زمزمۂ روح، انتخابِ ابر، نئے موسموں کی بشارت، خندہ ھائے بے جا (مزاحیہ شاعری)، سارے جہاں کا درد، گلھائی کشمیر، تاریخِ کشمیر اسلامی عھد میں، اقبال اور کشمیر، جلوۂ کشمیر، عکسِ کشمیر، کثرتِ نظارہ (سفرنامہ)، مظفر آباد (مظفر آباد شہر کی تاریخ)۔

﴿۳۱......۱﴾

۷راگست ۱۹۶۳ء حوالہ:۲۲۶۵

محترمی ومکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔قرآن مجید کی جس آیت کے بارے میں آپ کو اشکال پیش آیا ہے وہ ایک سلسلہ بیان سے تعلق رکھتی ہے، جو سورۂ اعراف میں آیت ۱۱ سے ۳۶ تک مسلسل چل رہا ہے۔اس سیاق وسباق میں رکھ کر اسے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ بنی آدم سے یہ خطاب آغاز تخلیق انسانی میں کیا گیا تھا۔اور یہ مضمون قرآن مجید میں صرف اِسی مقام پر بیان نہیں ہوا ہے بل کہ سورۃ بقرہ، آیت ۳۸، ۳۹ میں بھی قریب قریب اسی طرز پر آیا ہے۔اس کو پڑھ کر یہ مطلب کیسے نکالا جاسکتا ہے کہ ان آیات میں محمد ﷺ کے بعد انبیا کے آنے کا ذکر ہے۔اس میں تو اس وقت کا قصہ بیان کیا جارہا ہے، جب آدم اور ان کی بیوی کو جنت سے نکال کر زمین پر لایا گیا تھا (۵۳)۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

❁ ❁ ❁

﴿۳۲......۲﴾

۱۸ راگست ۱۹۶۳ء حوالہ: ۲۳۳۹

محترمی ومکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا عنایت نامہ ملا۔ترسیلِ انبیا کے معاملے میں جو اشکال آپ کو درپیش ہے۔میں نے اس پر اپنی تفسیر سورۃ احزاب کے پہلے رکوع کی آخری آیات پر حاشیے میں مفصل بحث کی ہے۔(۵۴) آپ اسے ملاحظہ فرمالیں۔اس سورۃ کی تفسیر الگ کتابی صورت میں بھی شائع ہوچکی ہے، جو اسلامک پبلی کیشنز ۱۱، سی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور سے مل سکتی ہے۔

خاکسار

ابوالاعلیٰ

❁ ❁ ❁

حواشی:

﴿۱......۱﴾

۱۔ یہ پمفلٹ تفہیم القرآن جلد چہارم سورہ احزاب کے ضمیمے پر مشتمل ہے، جسے بارہا الگ بھی طبع کیا گیا ہے۔

۲......۲

۲۔ مزید مطالعے کے لیے سورۃ القمر آیت ایک، حاشیہ ۱ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ٥ (قیامت کی گھڑی قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا)۔ دریافت طلب مسئلہ یہ تھا کہ شق القمر قربِ قیامت یا جوازِ قیامت کی دلیل ہے یا کفارِ مکہ کے مطالبے پر حضورؐ نے انھیں یہ معجزہ دکھایا تھا۔ خط کے متن اور تفہیم القرآن کے مذکورہ بالا حاشیے کی عبارت میں قدرے تضاد پایا جاتا ہے۔ خط کے الفاظ ہیں: اگر قرآن میں بیان کردہ واقعہ کو مستقبل کا واقعہ سمجھا جائے، تب بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبیؐ کے عہدِ مبارک میں کفار کے مطالبے پر چاند کچھ دیر دو ٹکڑوں میں پھٹ گیا تھا۔ اس معجزے کا انکار ممکن نہیں۔

اب ذرا تفہیم القرآن میں درج وضاحت ملاحظہ ہو۔ ''یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس اس واقعہ کی حقیقی نوعیت کیا تھی۔ کیا یہ ایک معجزہ تھا، جو کفارِ مکہ کے مطالبے پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی رسالت کے ثبوت میں دکھایا تھا، یا یہ ایک حادثہ تھا، جو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے چاند میں پیش آیا اور رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اُس کی طرف توجہ صرف اس غرض کے لیے دلائی کہ یہ امکان قیامت اور قربِ قیامت کی ایک نشانی ہے۔ علمائے اسلام کا ایک بڑا گروہ اِسے حضورؐ کے معجزات میں شمار کرتا ہے اور اُن کا خیال یہ ہے کہ کفار کے مطالبے پر یہ معجزہ دکھایا گیا تھا لیکن اس رائے کا مدار صرف بعض اُن روایات پر ہے جو حضرت انسؓ سے مروی ہیں۔ اُن کے سوا کسی صحابی نے بھی یہ بات بیان نہیں کی ہے۔ فتح الباری میں ابنِ حجر کہتے ہیں کہ ''یہ قصہ جتنے طریقوں سے منقول ہوا ہے ان میں سے کسی میں بھی حضرت انسؓ کی حدیث کے سوا یہ مضمون میری نگاہ سے نہیں گزرا کہ شق القمر کا واقعہ مشرکین کے مطالبے پر ہوا تھا (باب انشقاق القمر)

ایک روایت ابونعیم اصفہانی نے دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی اِس مضمون کی نقل کی ہے، مگر اِس کی سند ضعیف ہے اور قوی سندوں سے جتنی روایات کتبِ حدیث میں ابنِ عباس سے منقول ہوئی ہیں، ان میں سے کسی میں بھی ان کا ذکر نہیں ہے۔ علاوہ بریں حضرت انسؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ دونوں اس واقعہ کے ہم عصر نہیں ہیں۔ بخلاف اِس کے جو صحابہ اُس زمانے میں موجود تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت جُبیرؓ بن مطعم، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا ہے کہ مشرکینِ مکہ نے حضور کی صداقت کے ثبوت میں کسی نشانی کا مطالبہ کیا تھا اور اِس پر شق القمر کا یہ معجزہ اُن کو دکھایا گیا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قرآن مجید خود بھی اِس واقعہ کو رسالتِ محمدیؐ کی نہیں بل کہ قربِ قیامت کی نشانی کے طور پر پیش کر رہا ہے۔ البتہ یہ اِس لحاظ سے حضور کی صداقت کا ایک نمایاں ثبوت ضرور تھا کہ آپؐ نے قیامت کے آنے کی جو خبریں لوگوں کو دی تھیں، یہ واقعہ ان کی تصدیق کر رہا تھا۔ (تفہیم القرآن جلد ۵ سورۃ القمر حاشیہ ۱ ص ۲۳۰۔۲۲۹)

سیرت النبیؐ (تالیف مولانا شبلی نعمانی/مولانا سید سلیمان ندوی) کے مطابق: ''کفارِ مکہ کے لیے ہدایت کی نشانیوں میں سب سے آخری اور فیصلہ کن نشانی شق قمر تھا، جس کے بعد آیاتِ ہلاکت کا آغاز ہونے والا تھا۔ احادیث میں ہے کہ کفارِ مکہ آپ سے معجزہ کے طالب تھے، تو آپؐ نے ان کو شق قمر کا معجزہ دکھایا۔ چاند دو ٹکڑے ہو کر نظر آیا، لیکن معاندین کو اس عظیم الشان اور واضح تر معجزے سے بھی ہدایت نہ ملی (سیرت النبیؐ جلد سوم، ص ۲۶۵)

۳۔ فِطْرَۃَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہ (روم۔۳۲)(خدا کی فطرت پر اُس نے لوگوں کو بنایا، خدا کے بنائے میں بدلتا نہیں)

قرآن کی اصطلاح میں فطرۃ اللہ سے مقصود توحید ہے، جس کو وہ دینِ فطری سے تعبیر کرتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا: ''کوئی بچہ ایسا نہیں جو فطرت پر پیدا نہیں ہوتا لیکن ماں باپ اس کو یہودی، نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں، جس طرح ہر جانور صحیح وسالم بچہ پیدا کرتا ہے۔ کیا تم نے دیکھا کہ کوئی کان کٹا بچہ بھی وہ جنتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے درج بالا آیت پڑھی۔(سیرت النبیؐ۔مؤلف شبلی نعمانی/سلمان ندوی جلد سوم۔لاہور:قمر سعید پبلشرز ۱۹۷۵ء، ص۲۵۴۔۲۵۵)

۴۔ سبحان اللہ الذی واقعہ معراج کی آیت نمبر۱ پارہ ۱۵ سورہ الاسرا۔مزید مطالعے کے لیے سیرتِ مصطفیٰ، کاندھلوی ج نمبر۱، ص۲۸۷، سیرت ابنِ ہشام، ص۲۵۷ تا ۲۷۲ جلد اوّل۔ بخاری کتاب التفسیر، ج نمبر۲، ص۶۸۴ (روایت ابو ہریرہؓ)

﴿۳......۳﴾

۵۔ تفہیم القرآن (چھے جلدیں) لاہور: اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ

۶۔ سنت کی آئینی حیثیت لاہور: اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ

۷۔ رسائل ومسائل ۱تا۵ جلدیں، سید ابوالاعلیٰ مودودی، جلد ۶ تا۷، ملک غلام علی، جلد۸، مولانا عبدالمالک۔ لاہور: اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ

۸۔ یہ سورہ البقرہ کی آیت ۱۴۴ ہے۔ ترجمہ: اے نبیؐ! یہ تمھارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اُٹھنا ہم دیکھ رہے تھے۔

۹۔ مولانا کی خدمت میں خط تحریر کرنے والے محمد انور عباسی اُس زمانے (۱۹۶۶ء) میں نوجوانوں کے ایک خاص طبقے کی طرح اشتراکیت کا ''فیشن'' اختیار کیے ہوئے تھے۔ اُنھیں مولانا کی مصروفیات اور مقام ومرتبے کا صحیح ادراک بھی نہ تھا۔ اس لیے دن کے بحث مباحثے میں جو اُلجھنیں پیش آتیں، شام کو اُنھیں ضبطِ تحریر میں لاتے اور حوالہ ڈاک کر دیتے۔ غلام احمد پرویز کی مخصوص سوچ کو وہ مولانا سے Share کرتے تھے۔ جب کہ مولانا کے لیے پرویزی مباحث کوئی نئی بات نہ تھی۔ انور صاحب کو آج اِس بات کا شدید قلق ہے کہ اُس زمانے میں اُنھیں مولانا کے مقام ومرتبے کا شعور نہیں تھا۔ کچھ خلافِ ادب باتوں کا اُن سے صدور ہوا۔

﴿۴......۴﴾

۱۰۔ مکتوب نگار نے جواب الجواب میں مولانا سے شکوہ کیا تھا، اُنھوں نے افسوس کا اظہار کیا۔ یہ مولانا کی عظمت اور اعلیٰ ظرفی کی مثال ہے۔

۱۱۔ سورہ الحج، آیت ۶، ۷، تفہیم القرآن جلد سوم، ص۲۵۲۔

الشعرا آیت ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰ تفہیم القرآن جلد سوم ۵۰۷

سورہ فرقان آیت ۱۷ تفہیم القرآن جلد سوم ۴۴۲

سورہ طٰہٰ آیت ۱۰۹ تفہیم القرآن ۱۲۶

سورہ نجم آیت ۲۶ تفہیم القرآن جلد پنجم ۲۰۹

﴿۶......۶﴾

۱۶۔ غض بصر: قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ. اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ۔

۱۷۔ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ . اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ٥

۱۸۔ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ٥ (پارہ نمبر۹/آیت ۶۰ سورہ التوبہ)

﴿۷......۷﴾

۱۹۔ اسلامی ریاست، مؤلف، خورشید احمد۔ لاہور: اسلامک پبلی کیشنز

۲۰۔ تفہیمات، حصہ اوّل ابوالاعلیٰ مودودی

۲۱۔ منہی عنہ فعل (جس چیز سے روکا گیا ہو)

﴿۸......۸﴾

۲۲۔ قرآن کا نزول سات حرفوں میں: تفصیلی مطالعے کے لیے علوم القرآن، مولانا گوہر رحمٰن، جلد اوّل (ص۲۱۷ تا ۲۷۶)۔ مزید مطالعے کے لیے بخاری شریف جلد نمبر ۲ ص ۷۴۶ باب انزل القرآن علی سبعۃ الحرف۔

۲۳۔ مزید مطالعے کے لیے علوم القرآن جلد اوّل، مولانا گوہر رحمٰن، باب ششم ص ۳۴۹ تا ۴۸۰۔ النسخ فی القرآن۔ حاصل بحث کے طور پر مولانا گوہر رحمٰن نے علامہ زرقانی کی کتاب ''مناھل القرآن فی علوم القرآن کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ آیاتِ منسوخہ کی تعداد ۸ ہے، جب کہ مولانا (مودودی) کا مؤقف ہے کہ ''قرآن مجید کی کوئی آیت ابداً منسوخ نہیں''۔

﴿۱۰......۱۰﴾

۲۴۔ اسلامی سوشلزم، بھٹو صاحب کی وضع کردہ اصطلاح ہے، پیپلز پارٹی کے منشور میں درج ہے: اسلام ہمارا دین ہے، جمہوریت ہماری سیاست ہے اور سوشلزم ہماری معیشت ہے۔

﴿۱۱......۱۱﴾

۲۵۔ مزید مطالعے کے لیے سیرت النبیؐ، جلد سوم، ص ۵۲۹

۲۶۔ مزید مطالعے کے لیے سیرت النبیؐ، جلد سوم، ص ۵۷۲

﴿۱۲......۱۲﴾

۲۷۔ جماعت اسلامی انصاف کے دروازے پر (طبع اوّل،۱۹۹۱ء) کے موضوع پر سید معروف شاہ شیرازی کی کتاب میں جماعت اسلامی کی طرف سے دائر کردہ رٹ کا متن اور کراچی ہائی کورٹ میں سید مودودی کا جوابی بیان حلفی اور دیگر دستاویزات موجود ہیں۔

۲۸۔ تحریکِ آزادی ھند اور مسلمان، دوجلدیں پہلے اس کتاب کا نام مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش تھا۔نئی کتاب میں مسئلہ قومیت کے تین مضامین بھی شامل ہیں۔

۲۹۔ مسئلہ قومیت، مولانا مودودی، اسلامی پبلی کیشنز لاہور

۳۰۔ شاہ ولی اللہ(۱۷۰۳ء۔۱۷۶۳ء) آئین ۱۱فروری ۱۹۶۹ء

۳۱۔ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُوْلُ: حَدَّ ثَنَا أَبُوْ بَكْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُوْ لَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: اِنَّا مُعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ(ابو عمر يوسف بن عبدالله بن عبدالبر النمری، (۳۶۸ھ۔۴۶۳ھ)التمهيد لما فی الموطا من المعانی والاسانيد، 8:175وزارة عموم الاوقاف والشؤون الاسلامية ۱۳۸۷ھ)

﴿۱۳......۱۳﴾

۳۲۔ چراغ راہ ،مدیر پروفیسر خورشید احمد۔ چراغ راہ کا سوشلزم نمبر،مکتبہ چراغ راہ کراچی نے اسلام یا سوشلزم ،کتابی صورت میں جنوری ۱۹۶۹ء کو شائع کیا۔

۳۳۔ جمعیت اتحادالعلما کی بنیاد ۱۹۶۳ء میں رکھی گئی۔اس کے پہلے صدر مولانا محمد چراغ تھے۔آج کل مولانا عبدالمالک صدر ہیں۔

﴿۱۴......۱۴﴾

۳۴۔ محمد انور عباسی صاحب مولانا کی اس ہدایت پر آج تک کاربند ہیں۔پرویز صاحب کی فکر کے اثرات عارضی ثابت ہوئے ،وہ احیائے اسلام کی تحریک کے پُر جوش داعی اور رہنما ہیں۔

۳۵۔ آیت ۸سورہ التکویر، پارہ ۳۰

۳۶۔ پراویڈنٹس فنڈ پر زکوۃ اور سود کا مسئلہ،مفتی محمد شفیع،دارالاشاعت کراچی،۱۹۸۳ء

﴿۱۶......۱۶﴾

۳۷۔ سید یعقوب شاہ اُس وقت (۱۹۷۲ء) آڈیٹر جنرل حکومت پاکستان تھے۔مولانا کی تصنیف سود (اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۱۹۶۱ء) کی روشنی میں اُنھوں نے مولانا سے خط کتابت کی۔دونوں کی مراسلت کتاب سود کے ضمیمہ نمبر ۱ (ص ۲۳۹ تا ۲۷۴) میں موجود ہے۔

۳۸۔ سود، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی پبلی کیشنز لاہور۔

۳۹۔ رباء الفضل: عُمَرَ الْخَطَّابَ وَابْنَهُ عَبْدَ اللّٰهِ يُحَدِّثَانِ عَنْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يَدُلُّ عَلَى تَحْرِيْمِ رِبَا الْفَضْلِ (محمد بن علی بن محمد الشوکانی، نیل الأوطار من احادیث سید الأخیار شرح منتقی الأخبار، 8:300، ادارة الطباعة المنيرية، بيروت)

اس موضوع پر ترجمان القرآن ۲۰۰۴ء میں مکاتیب سید، بنام ڈاکٹر حسن الزماں اختر، میں کچھ تفصیلات موجود ہیں۔(ص ۴۲۵ تا ۴۳۵)
مولانا کی کتاب سود، اسلامی پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۷۵ء کے ص نمبر ۱۶۵ تا ۲۰۵ پر مفصل بحث موجود ہے۔

﴿۱۹......۱﴾

۴۰۔ کشمیر کی متنازعہ حیثیت کے پیش نظر ۱۹۷۰ء سے پہلے پاکستان کی سیاسی جماعتیں آزاد کشمیر میں براہِ راست اپنی تنظیم نہیں قائم کرتی تھیں۔ مولانا مودودی صاحب کے پیش نظر بھی یہی معاملہ تھا کہ مبادا اس سے کشمیر کی مخصوص حیثیت پر کوئی فرق نہ پڑ جائے۔ ازاں بعد پاکستان کی تمام دینی وسیاسی جماعتوں نے اپنا دائرہ آزاد کشمیر تک پھیلا دیا ہے۔

۴۱۔ مولانا شیر علی خان: (۱۹۱۹ء-۱۰/اپریل ۱۹۹۳ء) ایک مخلص، دردمند اور راسخ العقیدہ شخص تھے۔ اُن کا شمار آزاد کشمیر میں جماعتِ اسلامی کے ابتدائی ارکان میں ہوتا ہے۔ تفہیم العلوم کے نام سے مدرسہ یکم مارچ ۱۹۶۴ء کو بن جونسہ ضلع پونچھ کے مقام پر قائم کیا، جس میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری علوم کی تعلیم بھی دی جاتی تھی، ازاں بعد یہ ادارہ سرکاری تحویل میں لیا گیا۔ آج بھی اِس ادارے کا نام تفہیم العلوم ہائی سکول بن جونسہ ہے۔

۴۲۔ جسٹس محمد اکرم (۱۹۲۴ء-۲۰۰۶ء) جسٹس صاحب کا آبائی تعلق ڈنہ کچیلی سے تھا۔ ابتدائی تعلیم ڈنہ کچیلی، میٹرک گورنمنٹ ہائی سکول مظفرآباد، ایف اے ایس پی کالج سری نگر اور بی اے امر سنگھ ڈگری کالج سری نگر سے پاس کیا۔ ایل ایل بی پنجاب یونی ورسٹی سے درجہ اول میں پاس کیا اور ۱۹۵۲ء میں وکالت کے پیشے سے منسلک ہو گئے۔ جنرل حیات خان کے دور میں پہلے ایڈووکیٹ جنرل اور پھر جسٹس ہائی کورٹ بنے۔ آپ نے ۱۹۴۸ء میں جنرل اکبر کے ماتحت پاکستان آرمی میں پانڈو سیکٹر پر تاریخی جنگ میں حصہ لیا۔ آپ نے چودھری غلام عباس، راجا حیدر خان اور کے ایچ خورشید کے ساتھ مل کر سری نگر میں مسلم سٹوڈنٹ یونین کی بنیاد رکھی اور ۱۹۴۴ء میں قائداعظم سے ملاقات بھی کی۔ پہلے سیاست میں سرگرم رہے لیکن زندگی کے آخری سالوں میں سیاست سے کنارہ کش ہو گئے۔ کشمیر لا کالج مظفرآباد کے پرنسپل بھی رہے۔ ۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلے میں شدید زخمی ہوئے اور ۸۱ سال کی عمر میں ۲۶ اپریل ۲۰۰۶ء میں وفات پا گئے۔ جو ہم گزر گئے کے موضوع پر ان کی یادداشتوں کا مجموعہ اپریل ۲۰۱۴ء میں شائع ہوا ہے۔ ان کی بعد والی مصروفیات یا اُن کی یادداشتوں (جو ہم گزر گئے) سے یہ پتا نہیں چلتا کہ کبھی وہ مولانا مودودی کی فکر سے متاثر رہے۔

﴿۲۱......۳﴾

۴۳۔ مراد ہیں، ڈاکٹر نذیر احمد، جو ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں جماعتِ اسلامی کے ٹکٹ پر ڈیرہ غازی خان سے منتخب ہوئے تھے۔ اُنھیں ۸/جون ۱۹۷۲ء کو شہید کر دیا گیا تھا۔

﴿۲۲.....۴﴾

۴۴۔ مراد ہیں میاں طفیل محمد صاحب (۱۹۱۳ء۔۲۵/جون ۲۰۰۹ء) ۱۹۷۲ء سے ۱۹۸۷ء تک جماعت اسلامی پاکستان کے امیر رہے۔

﴿۲۶.....۱﴾

۴۵۔ یہ خط ۱۹۶۹ء کا تحریر کردہ ہے۔ مکتوب نگار نے آزاد کشمیر کے حالات اور کشمیری عوام کی مشکلات سے مولانا محترم کو آگاہ کیا تھا اور حالات کی بہتری کے لیے اُنھیں بعض تجاویز بھی دی تھیں۔ مکتوب نگار نے مکتوبات کے نام سے اپنی مراسلت کو ایک کتابچے کی صورت میں ایس۔ٹی پرنٹرز راولپنڈی سے ۱۹۷۹ء میں شائع کیا، جس میں مولانا کے علاوہ بعض دیگر مشاہیر کے خطوط بھی شامل ہیں۔

﴿۲۷.....۲﴾

۴۶۔ پوری آیت وَ جَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ط وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ. (الصّٰفّٰت: ۱۵۸ پارہ ۲۳۔)

[انھوں نے اللہ اور ملائکہ کے درمیان نسب کا رشتہ بنا رکھا ہے۔ حالاں کہ ملائکہ خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ مجرم کی حیثیت سے پیش ہونے والے ہیں۔]

﴿۲۸.....۳﴾

۴۷۔ مکتوب نگار نے ۱۱/اپریل ۱۹۷۹ء کو مولانا مودودی صاحب کو لکھا کہ تفہیم القرآن میں بعض مقامات پر 'الجنّہ' کا ترجمہ فرشتہ کیا گیا اور بعض پر جن۔ اِس طرح ترجمے میں تضاد واقع ہوا ہے۔

﴿۲۹.....۱﴾

۴۸۔ خط کی پیشانی پر درج ہے: جماعتِ اسلامی دارالسلام، جمال پور پٹھانکوٹ (پنجاب)۔ خط کا حوالہ انگریزی ہندسوں میں مرقوم ہے: 69/1511 القاب و آداب اور خط کے مندرجات سے مکتوب الیہ کا پتہ نہیں چلتا۔ چوں کہ جواب میاں طفیل محمد صاحب نے بہ طور قیم جماعت دیا ہے، اِس لیے قیاس یہی کیا جاسکتا ہے کہ اِس خط کے مخاطب مولانا مودودی ہی ہوئے ہوں گے۔

۴۹۔ روداد مجلسِ تعلیمی، منعقدہ دارالاسلام [جماعت اسلامی کی مقررہ 'مجلسِ تعلیمی' کے اجلاس ۱۴، ۱۵/اگست ۱۹۴۴ء کی روداد۔ اِس میں مولانا مودودیؒ کی تقریر، اعلیٰ ثانوی اور ابتدائی تعلیم کے معیار مطلوب اور مجلس کے فیصلے شامل ہیں۔ مرتبہ: میاں طفیل محمد] ترجمان القرآن: جولائی تا اکتوبر ۱۹۴۴ء

﴿۳۰.....۲﴾

۵۰۔ سمرنا میں یونانی مظالم، دہلی ۱۹۱۹ء۔ اس کا متن مولانا مودودیؒ اپنی اور دوسروں کی نظر میں [۱۹۵۵ء] میں شامل ہے۔

۵۱۔ یہ ہفت روزہ مجیب الرحمٰن شامی کی زیرِ ادارت شائع ہوتا رہا ہے۔

۵۲۔ مولانا مودودیؒ، اپنی اور دوسروں کی نظر میں۔محمد یوسف بھٹہ،لاہور،۱۹۵۵ء

﴿۳۱.....۱﴾

۵۳۔ یہ قصہ تخلیقِ آدم کا ہے۔جس میں فرشتوں کا آدم کو سجدہ کرنا۔شیطان کا انکار اور تکبر۔شیطان کا مقامِ بندگی سے گرنا اور قیامت تک انسانوں کو راہِ ہدایت سے ہٹانے کی مہلت لینا۔آدم اور حوا کو جنت سے نکالنا اور پھر اُن کی توبہ قبول کر کے آدم کو منصب نبوّت پر فائز کرنا۔جیسے موضوعات بیان کیے گئے ہیں۔آیت ۳۵ میں اُس ابدی حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ ہر قوم کے لیے مہلت کی ایک مدت مقرر ہے، پھر جب کسی قوم کی مدت پوری ہوتی ہے تو اور ایک گھڑی بھر کی تاخیر و تقدیم بھی نہیں ہوتی، جب کہ آیت ۳۶ میں بعثتِ رسولؐ کے بارے میں ارشاد ہے۔حقیقت یہ ہے کہ مکتوب نگار وحدتِ ادیان کے عجیب سے فلسفے کے قائل تھے اور بہائی مذہب اختیار کر چکے تھے۔اِسی لیے درج بالا آیات سے اپنے مطلب کا مفہوم نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

﴿۳۲.....۲﴾

۵۴۔ ان آیات میں اُس میثاق کا تذکرہ ہے، جو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیا سے لیا۔قرآن مجید میں دیگر مقامات (سورۂ شوریٰ، آیت ۱۳، آلِ عمران ۸۱، البقرہ ۸۳، الاعراف ۱۶۹۔۱۷۱، المائدہ ۷) پر بھی اِس عہد کا ذکر کیا گیا ہے۔

مطبوعات جدیدہ

(نئی کتابوں اور رسالوں کا مختصر تعارف)

محمد سہیل شفیق ☆

ا۔ مجلہ الواقعۃ ، مدیر: محمد تنزیل الصدیقی الحسینی، نومبر۔دسمبر ۲۰۱۳ء، کراچی: مکتبہ دارالاحسن، صفحات: ۴۴۸، قیمت: ۴۰۰، برائے رابطہ: ۰۳۰۰_۲۲۷۷۵۵۱، ۹۵/ ۰۳۳۳_۳۷۳۸۷۹۵، ای میل: mujalla.alwaqia@gmail.com

مجلہ الواقعۃ (کراچی) کا خصوصی شمارہ برائے قرآن ہمارے پیشِ نظر ہے۔ جس نے بہت کم عرصے میں علمی دنیا میں اپنا اعتبار قائم کرلیا ہے۔ اس کے مدیر محمد تنزیل الصدیقی الحسینی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''الواقعۃ جس اندازِ تفسیر کا داعی ہے وہ حدیثِ نبوی ﷺ، آثارِ صحابہ وتابعین اور فہم سلف پر مبنی ہے۔ خذ ما صفا ودع ما کدر کے تحت حکمت کے موتیوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہماری پہلی بلا مشروط وفاداری اللہ، رسول اور قرآن کریم کے ساتھ ہے۔ ہمارا مقصد مردہ لفظوں سے قرطاسِ ابیض کو سیاہ کرنے کی سعی لاحاصل نہیں بلکہ قرآن حکیم کو مسلمانوں کی فکری وعملی کتاب بنانے کی جہد وسعی ہے تاکہ مسلمان ایک بار پھر تقدیرِ امم کے مالک بنیں۔''

اس خصوصی شمارے میں ☆ تعارف ☆ اصول ومنہج ☆ مضامین ☆ جہات ☆ مناہج تفسیر ☆ تراجم ☆ قرآن اور جدید اسلوب فکر ☆ قرآن اور ادیانِ باطلہ، کے عنوان کے تحت اہلِ علم کے مضامین شامل ہیں۔ دو مضامین انگریزی زبان میں بھی ہیں۔ ان میں سے بعض مضامین طبع شدہ ہیں اور بعض نئے ہیں۔ چند کے عنوانات یہ ہیں ☆ قرآن کا رسم الخط اور اس کا ارتقاء (ڈاکٹر نثار احمد) ☆ تفسیر قرآن میں بعض لغزشیں (حسن البناء شہید/ محمد رضی الاسلام ندوی) ☆ قرآن کے اسالیب دعوت و

☆ ڈاکٹر حافظ محمد سہیل شفیق، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی تاریخ، کراچی یونیورسٹی

استدلال (مولانا محمد حنیف ندوی) ☆ قرآن کا فلسفۂ تاریخ (پروفیسر عبدالمغنی) ☆ قرآن اور تاریخ (ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر) ☆ معیشت کی بنیادیں (محمود احمد غازی) ☆ تفسیر کی ضرورت، ابتدا اور تدوین (ڈاکٹر فضل الرحمٰن) ☆ تفسیر ماجدی اور سائنسی مباحث (حافظ عمیر الصدیق دریابادی ندوی) ☆ ترجمہ قرآن کریم کے مسائل اور ان کا حل (ڈاکٹر محمد سلیم) ☆ پرانی اردو میں قرآن شریف کے ترجمے اور تفسیریں، تفسیر قرآن کا اسلوب جدید اور خیر و شر کا معرکۂ ازلی (محمد تنزیل الصدیقی الحسینی) ☆ قرآنی زبان کے خلاف دشمنوں کی سازشیں (الاستاذ محمد احمد جمال/مولانا حسن مثنیٰ ندوی) ☆ Description of secret societies in Holy Quran. (خرم سلیم)

۲۔ **اسلامی ریاست کی تشکیل جدید**، ڈاکٹر محمد ارشد، ۲۰۱۱ء، لاہور: الفیصل، صفحات: ۵۸۷، قیمت: ۱۰۰۰ روپے، برائے رابطہ: ۴۵۴۰۴۶۵-۰۳۲۳

نو مسلم دانشور محمد اسد (۱۹۰۰۔۱۹۹۲ء) ان خوش نصیب افراد میں سے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کے درمیان طویل عرصہ تک قیام کر کے قرآن و سنت اور اسلامی تاریخ کے وسیع و عمیق مطالعہ کے بعد شعوری طور پر اسلام قبول کیا یعنی وہ پیدائشی (by-birth) مسلمان نہیں ہیں اختیاری (by-choice) مسلمان ہیں۔ دورِ جدید میں احیائے اسلام محمد اسد کی تصانیف کا بنیادی موضوع ہے۔ ان میں انہوں نے اقامتِ دین کی غرض سے اسلامی ریاست کے قیام کی دعوت بڑے زوردار انداز میں پیش کی ہے۔ برعظیم پاک و ہند میں قیام کے دوران محمد اسد نے تحریک پاکستان کی نظریاتی بنیادوں کو اجاگر کرنے اور اسلامی دستور کا تفصیلی خاکہ مرتب کرنے کا قابل قدر کارنامہ انجام دیا۔ وہ تحریک پاکستان کے پُر جوش حامی تھے۔ انہوں بذریعۂ قلم و قرطاس اس تحریک میں حصہ لیا۔

محمد اسد مغرب و مشرق دونوں ہی کی علمی و فکری روایتوں کے امین تھے۔ وہ مغرب کے سیاسی افکار اور نظام ہائے حکومت سے گہری واقفیت کے ساتھ ساتھ اسلام کے اصول و تعلیمات، اس کے نظریۂ اجتماع و سیاست اور اس کے دستورِ حکمرانی کا بھی گہرا شعور رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے تئیں اسلام کے سیاسی و اجتماعی اصول و مباوی پر قائم رہتے ہوئے اور مغرب کے سیاسی نظاموں اور فنِ ملک داری میں اس کے تجربات و اختراعات سے اخذ و اکتساب کرتے ہوئے ایک جدید اسلامی ریاست کا ماڈل تجویز کرنے کی سعی کی ہے۔

پیش نظر کتاب **اسلامی ریاست کی تشکیل جدید معروف نو مسلم سکالر محمد اسد کے افکار کا تنقیدی مطالعہ** ڈاکٹر محمد ارشد (شعبۂ 'اردو دائرہ معارف اسلامیہ' پنجاب یونیورسٹی لاہور) کا پی ایچ۔ڈی کا مقالہ ہے۔ مقالہ نگار نے محمد اسد کے نظریۂ اسلامی ریاست بالفاظ دیگر پاکستان میں جدید اسلامی ریاست کی تشکیل کے لیے ان کے تجویز کردہ ماڈل کے تنقیدی و تجزیاتی مطالعہ کو موضوع تحقیق بنایا ہے۔ اس سلسلہ میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ محمد اسد کے مذہبی و سیاسی افکار پر پہلے سے موجود تحقیقی کاموں میں محمد اسد کے سوانح، علمی کاموں اور سیاسی افکار کے جو پہلو چھوٹ گئے ہیں یا پھر تشنہ رہ گئے ہیں ان کا بھی احاطہ کیا جائے، چنانچہ اس مقالہ میں موضوع کے ہر پہلو پر نظر ڈالی گئی ہے۔ اس مقالہ کا بنیادی و مرکزی

موضوع تو محمد اسد کے نظریۂ اسلامی ریاست اور نفاذِ شریعت سے متعلق ان کے تجویز کردہ لائحہ عمل کا ناقدانہ جائزہ ہی ہے۔ تاہم محمد اسد کے افکار وخیالات کی بہتر تفہیم کے طور پر ان کے سوانح کا ایک مربوط اور جامع خاکہ ترتیب دینے کی سعی بھی کی گئی ہے۔

اس مقالہ کو آٹھ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ باب اوّل ''مقدمہ'' پر مشتمل ہے۔ اس باب میں اسلامی ریاست کا ایک تاریخی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ باب دوم میں محمد اسد کے سوانح بیان کیے گئے ہیں اور ان کی ذہنی وفکری تشکیل میں کارفرما عوامل پر بحث کی گئی ہے۔ باب سوم محمد اسد کی تصانیف (کتب ومقالات) کے تعارف وتبصرہ پر مشتمل ہے۔ باب چہارم میں تحریکِ پاکستان میں محمد اسد کے کردار کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس ضمن میں ان کے تصور پاکستان پر بحث کی گئی ہے۔ باب پنجم، ششم اور ہفتم میں محمد اسد کے نظریۂ اسلامی ریاست کے علاوہ ان کے تصور اجتہاد سے بحث کی گئی ہے۔ ''خلاصۂ بحث ونتائج'' کے عنوان کے تحت اس تحقیقی کاوش کے حاصلات ونتائج پیش کیے گئے ہیں۔

مقالہ نگار نے اپنے بیان کو مستند حوالوں سے مستحکم کرنے کی سعی کی ہے اور اس میں وہ پوری طرح کامیاب نظر آتے ہیں۔ محمد اسد کی جملہ دستیاب تحریروں، غیر مطبوعہ مکاتیب، غیر مطبوعہ علمی سرمائے، نیز دفتر خارجہ حکومتِ پاکستان کے دستاویزات خانہ (archives) سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ محمد اسد کے سوانح اور ان کے علمی کارناموں سے متعلق انگریزی اور جرمن کے علاوہ اردو اور عربی میں دستیاب مواد سے مدد لی گئی ہے۔ حق تو یہ ہے کہ مقالہ نگار نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔

اس عمدہ تحقیقی مقالہ کی تکمیل واشاعت پر مقالہ نگار اور نگرانِ مقالہ ڈاکٹر شبیر احمد منصوری (پروفیسر وصدرِ شعبہ علومِ اسلامیہ، جامعۂ پنجاب) لائق تحسین وقابل مبارکباد ہیں۔

۳۔ سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کے تفسیری نکات، عبید الرحمٰن داؤدی، ۲۰۱۴ء، کراچی: شفق پرنٹنگ پریس، صفحات: ۳۲۰، قیمت: ندارد، برائے رابطہ: ۰۳۳۳-۳۴۸۶۹۸۶، ای میل: *obaiddaudi@hotmail.com*

قرآن عظیم کے حقوق میں پانچ باتیں شامل ہیں: ۱۔ ایمان لانا، ۲۔ تلاوت کرنا، ۳۔ غور وفکر کرنا، ۴۔ عمل کرنا، ۵۔ اور دوسروں تک پہنچانا۔ پیش نظر کتاب انہی حقوق کی ادائیگی کے ضمن میں محترم عبید الرحمٰن داؤدی صاحب کی ایک کاوش ہے۔

فاضل مؤلف نے یہ کوشش کی ہے کہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کو تلاوت اور غور وفکر کرکے جس طرح انھوں نے سمجھا ہے اسے دوسروں تک پہنچائیں بالخصوص نوجوان نسل اس سے با آسانی استفادہ کر سکے۔ اس سلسلے میں داؤدی صاحب نے قرآن عظیم کی دو ابتدائی سورتوں یعنی سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کا انتخاب کیا ہے اور اکابر علماء کی تفاسیر سے اخذ واستفادہ کرکے ایک حسین گلدستہ تیار کیا ہے۔ جس میں دونوں سورتوں کی خصوصیات، احکام ومسائل اور قصص کو جمع کیا گیا ہے۔

مذکورہ کتاب میں اوّل فہرست مضامین ہے اور آخر میں ''تفصیلی فہرست مفہوم آیات سورۂ بقرہ'' دی گئی ہے۔ احکام و مسائل کے بعد اس کی فہرست بھی وضاحت کے ساتھ دے دی گئی ہے۔ بالکل آخر میں افادۂ عامہ کی غرض سے روزمرہ پڑھی جانے

والی چند مسنون دعائیں اور اذکار بھی شامل کر دیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مؤلف کی اس سعی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور قبولیتِ عامہ سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔

۴۔ قرآن اور ظفر علی خان، ڈاکٹر محمد طاہر قریشی، ۲۰۱۴ء، کراچی: قرطاس، صفحات: ۱۴۲، قیمت: ۱۴۰ روپے،
برائے رابطہ: ۰۳۰۰۔۹۲۴۵۸۵۳، ای میل: saudzaheer@gmail.com

مولانا ظفر علی خان (۱۸۷۶۔۱۹۵۶ء) ہماری ملّی اور قومی تاریخ کا ایک نہایت روشن باب ہے۔ تحریک پاکستان کے دوران مسلمانانِ پاک و ہند کے لیے ان کی خدمات کا دائرہ کئی جہتوں پر محیط ہے۔ اگر صرف شاعری کو ہی لیا جائے تو مولانا کی شاعری تحریک پاکستان کے تمام نشیب و فراز کی عکّاس ہے۔ اور یہ کہا جا سکتا ہے کہ مولانا کی شاعری تحریک آزادی کی منظوم روداد ہے۔ مولانا کی شاعری بلکہ زندگی کا مقصد مسلمانانِ ہند کے دینی اور ملّی تشخص کا دفاع تھا۔ مولانا کا دینی پس منظر، قرآنِ کریم اور صاحبِ قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دلی وابستگی کی جھلکیاں بھی ان کی شاعری میں قدم قدم پر نظر آتی ہیں۔ قرآن کریم سے مولانا ظفر علی خان کے غیر معمولی شغف کا ثبوت ان کی نظموں کے عنوانات سے بھی ملتا ہے۔ بعض عنوانات جزواً اور بعض کلیتاً قرآنی الفاظ پر مشتمل ہیں۔ البتہ مولانا کے کلام میں قرآنی اقتباسات ہر جگہ اصل صورت میں ہی نہیں بلکہ کہیں کہیں تھوڑی سی تبدیل شدہ صورت میں بھی ملتے ہیں۔

پیشِ نظر کتاب قرآن اور ظفر علی خان میں مولانا کی اردو شاعری میں قرآن کریم سے استفادے کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اور معنوی استفادے سے قطع نظر لفظی استفادے کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ یعنی مولانا کی شاعری میں قرآن کریم کے کون کون سے الفاظ اور تراکیب ایسی ہیں جو استعمال ہوئی ہیں اور جنھیں اصطلاح میں اقتباس کہا جاتا ہے۔ اس کتاب میں ایسی ۳۲۳ مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ اس ضمن میں مولانا کے اشعار میں جو قرآنی الفاظ و تراکیب نظم کی گئی ہیں، پہلے صرف ان کا مختصر مفہوم درج کیا گیا ہے۔ اس کے بعد وہ آیت یا جزوِ آیت مع ترجمہ درج کیا گیا ہے جس سے وہ قرآنی اقتباس لیا گیا ہے۔

صاحبِ کتاب ڈاکٹر محمد طاہر قریشی، استاد اردو زبان و ادب (ڈی۔ جے۔ سائنس کالج کراچی) بالغ نظر محقق، نقاد اور ادیب ہیں۔ ڈاکٹر قریشی کا یہ عمدہ تحقیقی مقالہ اولاً ''ادارۂ یادگارِ غالب'' (کراچی) کے جریدے ''غالب ۲۰۱۲'' میں شائع ہو چکا ہے۔ ثانیاً ضروری اضافوں کے ساتھ ششماہی ''الایام'' جولائی تا دسمبر ۲۰۱۳ء میں شائع ہوا۔ اور اب اشاریے کے اضافے کے ساتھ کتابی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر قریشی رقم طراز ہیں کہ:

''ایک محتاط اندازے کے مطابق کم از کم اردو کی حد تک مولانا ظفر علی خان سے زیادہ اقتباساتِ قرآنی کو شاید ہی کسی شاعر نے نظم کیا ہو۔ لفظی اثرات کے لحاظ سے مولانا ظفر علی خان، اقبال سے آگے نظر آتے ہیں۔''

ڈاکٹر قریشی کے مذکورہ بالا دعویٰ کی دلیل پیشِ نظر کتاب ہے۔ انھوں نے جس دقتِ نظر اور محنت سے کام کیا ہے اس کے لیے وہ قابلِ مبارکباد ہیں۔ ادارۂ قرطاس نے اس کتاب کو نہایت سلیقے سے شائع کیا ہے اور قیمت بھی بہت مناسب ہے۔

۵۔ **سر الاسرار فی ما یحتاج الیه الابرار**، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، اردو ترجمہ: سید امیر خان نیازی سروری قادری، ۲۰۱۴ء، لاہور: العارفین پبلی کیشنز، صفحات: ۲۱۸، قیمت: ۱۸۰ روپے، برائے رابطہ: پوسٹ بکس نمبر ۱۱، جی پی او لاہور، فون: ۰۴۲-۳۷۵۰۹۰۰۹

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی مشہورِ زمانہ تصنیفِ لطیف **سر الاسرار فی ما یحتاج الیه الابرار** طالبانِ حق اور مسافرانِ راہِ حق کے لیے ایک نسخۂ کیمیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ گو کہ یہ کتاب مبتدی سالکانِ طریقت کے لیے لکھی گئی تھی لیکن اس کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منتہی طالبوں کے لیے بھی یکساں مفید و رہنما ہے۔ کتابِ مذکورہ ایک مقدمہ اور چوبیس فصول پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں ان مسائل شریعت و طریقت و حقیقت کا ذکر ہے جن کی عموماً جستجو رہتی ہے۔ اس مشہورِ زمانہ تصنیف کے یوں تو اب تک کئی تراجم ہو چکے ہیں لیکن پہلی مرتبہ سید امیر خان نیازی سروری قادری نے اصل عربی متن اور اس کے سامنے صفحہ پر اردو ترجمہ دیا ہے۔ جس سے عربی جاننے والے حضرات کے لیے یہ جاننا آسان ہو جاتا ہے کہ ترجمہ کتنا معیاری اور معتبر ہے۔

نیازی صاحب، سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب کے مریدِ خاص ہیں اور حضرت سلطان باہوؒ کی تصانیف کے مترجم کی حیثیت سے معروف ہیں۔ نیازی صاحب کے ترجمے کے کمال یہ ہے کہ قاری کو کہیں بھی اس کا احساس نہیں ہوتا کہ وہ اصل متن کا مطالعہ کر رہا ہے یا اس کا ترجمہ۔ تصوف و سلوک کی اس اہم کتاب کے رواں اور سلیس ترجمے کے لیے نیازی صاحب سالکینِ راہِ طریقت کے شکریے کے مستحق ہیں۔ العارفین پبلی کیشنز، لاہور نے اسے نہایت سلیقے اور خوبصورتی سے شائع کیا ہے۔ قیمت بھی بہت مناسب ہے۔

۶۔ **نادر رسائل میلادالنبی** (دوم)، مرتبہ: محمد عالم مختار حق، ۲۰۱۴ء، لاہور: مکتبہ حنفیہ، صفحات: ۶۴۴، قیمت: ۴۵۰ روپے، برائے رابطہ: مکتبہ حنفیہ، گنج بخش روڈ، لاہور۔ فون: ۰۴۲-۳۷۲۱۳۵۷۵

پیش نظر کتاب **نادر رسائل میلاد النبی** ﷺ (دوم) درج ذیل پانچ نادر و نایاب رسائل کا مجموعہ ہے:

۱۔ خدا کی رحمت / حضرت شاہ سلامت اللہؒ (۱۲۸۱ھ، مطبع نظام واقع کانپور)

۲۔ نجم الہدیٰ فی ذکر سیّد الوریٰ / مولوی حافظ حاجی غلام محمد ہادی علی خانؒ لکھنوی (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء، مطبع نامی لکھنؤ)

۳۔ امداد اللہ العظیم فی میلاد النبی الکریم / حضرت مولانا نور الحسنؒ رام پور (۱۳۱۳ھ، مطبع خادم الاسلام دہلی)

۴۔ سرور سینہ معروف بہ چراغ مدینہ / مولوی محمد حسینؒ کاکوروی (۱۳۱۲ھ، مطبع تصویر عام لکھنؤ)

۵۔ صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ محفل مولود شریف / حضرت مولانا شاہ صل علیٰ احمدؒ سہارنپور (۱۲۹۴ھ، مطبع محمدی میرزا محمد خان دہلی)

مرتب کتاب مولانا محمد عالم مختار حق (۱۹۳۱-۲۰۱۴ء) اہلِ علم و قلم بزرگ، کتاب دوست و کتاب شناس اور اہل علم کے قدردان تھے۔ مذکورہ کتاب مختارِ حق مرحوم کی جانب سے راقم الحروف کو ارسال کی جانے والی آخری کتاب تھی جو آپ کے انتقال سے کچھ عرصے قبل ہی موصول ہوئی تھی۔ فاضل مرتب نے ان رسائل کو محفوظ و مرتب اور استفادۂ عام کے لیے پیش کر کے ایک اہم

علمی خدمت انجام دی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ان کے لیے صدقۂ جاریہ فرما دے۔ (آمین)

۷۔ تعلیماتِ نبوی ﷺ اور آج کے زندہ مسائل، ڈاکٹر سید عزیز الرحمٰن، طبع دوم، اگست ۲۰۱۳ء، کراچی: زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز، صفحات: ۴۰۰، قیمت: ۳۵۰ روپے، برائے رابطہ: اے۔ ۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی۔ فون: ۰۲۱۔۳۶۶۸۴۷۹۰

پیشِ نظر کتاب معروف محققِ سیرت ڈاکٹر حافظ سید عزیز الرحمٰن (نائب مدیر: ششماہی السیرہ عالمی) کے ان مقالات کا مجموعہ ہے جو ۱۹۹۶ء سے ۲۰۰۴ء کے عرصے میں وزارت مذہبی امور اور حکومت پاکستان اسلام آباد کے زیر اہتمام سالانہ قومی سیرت النبی ﷺ کانفرنسوں میں پیش کیے گئے اور انہیں سیرت ایوارڈ سے نوازا گیا۔ ان مضامین کے عنوانات بھی وزارت مذہبی امور کے منتخب کردہ ہیں۔ یہ سب مقالات قبل ازیں ملک کے علمی رسائل و جرائد میں شائع ہو کر مقبول و معروف ہو چکے ہیں۔ درج ذیل مقالات صرف موجودہ مسائل سے متعلق نہیں، بلکہ انسانی معاشرے کی بنیادی ضروریات، انسانی شخصیت کے عناصر ترکیبی اور انسان کی رہنمائی سے متعلق ہیں:

۱۔ تعمیر شخصیت و فلاح انسانیت، اطاعت رسول ﷺ اور سیرت طیبہ کی روشنی میں
۲۔ استحکامِ پاکستان کے لیے بہترین رہنمائی سیرت طیبہ سے حاصل ہو سکتی ہے
۳۔ عدم برداشت کا قومی اور بین الاقوامی رجحان اور تعلیمات نبوی ﷺ
۴۔ بے لاگ احتساب سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں
۵۔ پاکستان کے لیے مثالی نظام تعلیم کی تشکیل، تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں
۶۔ نئے عالمی نظام کی تشکیل اور امت مسلمہ کی ذمہ داریاں، تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں
۷۔ عصر حاضر میں مذہبی انتہا پسندی کا رجحان اور اس کا خاتمہ، تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

بظاہر یہ سات مقالاتِ سیرت مختلف موضوعات پر لکھے گئے ہیں، مگر ان سب میں ایک مرکزی وحدت موجود ہے کہ کس طرح ایک اسلامی معاشرہ اور اسلامی ریاست تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں اپنی انفرادی اور اجتماعی تربیت کا سامان فراہم کر سکتے ہیں۔

۸۔ العِقد الفرید، احمد بن محمد بن عبدربہ الاندلسی، مترجم: ظہیر الدین بھٹی، نظر ثانی و تہذیب: ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر، ۲۰۱۴ء، کراچی: قرطاس، صفحات: ۶۷۷، قیمت: ۸۰۰ روپے، برائے رابطہ: ۰۳۰۰۔۹۲۴۵۸۵۳

اندلسی مؤلف، ابو عمر احمد بن محمد بن عبدربہ بن حبیب بن حدیر بن سالم (۸۶۰۔۹۴۰ء) کی تالیف **العقد الفرید** (منفرد و یکتا ہار) کا اردو ترجمہ ہمارے پیش نظر ہے۔ ابن عبدربہ کو اگرچہ موسیقی اور طب میں بھی دسترس حاصل تھی، لیکن اس کی عظمت و شہرت کی اصل نقیب اس کی شاعری اور ادب تھا، اس کے دیوان کا نام الممحصات ہے۔ اس کی شاعری ہی کی بنیاد پر متنبی اسے ''ملیح الاندلس'' کے نام سے یاد کرتا تھا۔ **العقد الفرید** ابن عبدربہ کی سب سے اہم نثری تالیف ہے، جسے وہ جوھر الجواھر ولباب اللباب

(جواہرات کا جواہر اور مغزوں کا مغز) کہتا ہے۔اس کی یہ تالیف عربی ادب کی امہات الکتب میں شمار ہوتی ہے۔اس میں مؤلف نے خطبے،اشعار،انساب،حکماء وادباء کے اقوال،ضرب الامثال،علم عروض،علم الحان،طب موسیقی اور تاریخ وغیرہ کے بہت سے دلچسپ شاہکار جمع کردیے ہیں۔اس نے اپنی اس علمی وادبی تالیف کو پچیس ابواب اور ہر باب کو دو حصوں میں تقسیم کرکے ہر باب کا نام جواہرات کے ناموں پر رکھا ہے۔مثلاً یاقوت،زبرجد،زمرد وغیرہ۔

عقد الفرید اگرچہ نہ تاریخ کی کتاب ہے نہ سیرت کی،لیکن اس میں سیرت کا ایک مکمل باب اور متعلقاتِ سیرت کی روایات کا قابلِ ذکر حصہ ہونے کی وجہ سے بعض سیرت نگاروں نے ابن عبدربہ کو اندلس کا پہلا سیرت نگار مانا ہے۔اسی طرح اس میں تاریخ کے حوالے سے معتدبہ حصہ ضرور ہے۔ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر لکھتی ہیں:

> ''زیرِ نظر کتاب،عقدالفرید کی تلخیص نہیں بلکہ انتخاب ہے۔انتخاب کے لیے صرف ایک ہی اصول کا خیال رکھا گیا ہے وہ یہ کہ منتخب کردہ ابواب وفصول کا راست تعلق اسلامی تاریخ سے ہو،تاہم بعض عنوانات پھر بھی شامل ہونے سے رہ گئے،اس کا سبب کتاب کی بڑھتی ہوئی ضخامت تھی۔''

درجِ ذیل ابواب کا ترجمہ شاملِ کتاب ہے:

۱۔ **کتاب الولوة فی السلطان** (سلطان اور سلطنت کے بارے میں)

۲۔ **کتاب الیتمیة فی النسب و فضائل العرب** (قریش کی اصل اور عربوں کی فضیلت وبرتری)

۳۔ **کتاب عسجده دوم** (رسول اللہ ﷺ کا نسب،خلفاء،ان کی تاریخ اور زمانہ حکومت کے بارے میں)

۴۔ **کتاب الیتمیة ثانیة** (زیاد،حجاج،طالبین اور برامکہ کے حالات وواقعات کے بارے میں)

مذکورہ کتاب کا اردو ترجمہ اب تک نہیں ہوا تھا۔اردو زبان میں پہلی بار اس کا ترجمہ ظہیرالدین بھٹی صاحب نے کیا ہے، جو اس سے قبل بھی کئی اہم کتابوں کے ترجمے کرچکے ہیں۔ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر صاحبہ نے ترجمہ شدہ مواد کا اصل عربی متن سے موازنہ کیا ہے،بعض مقامات پر مفید اضافے کیے ہیں اور حواشی تحریر کیے ہیں۔اسلامی تاریخ کے حوالے سے ادارہ قرطاس کی یہ ایک قابلِ تحسین کاوش ہے۔

۹۔ **تاریخ اسماعیلیه**، علاء الدین عطا ملک جوینی، مترجم: پروفیسر علی محسن صدیقی، طبع سوم: ۲۰۱۳ء، کراچی: قرطاس، صفحات: ۲۰۶، قیمت: ۲۰۰ روپے، برائے رابطہ: ۹۲۴۵۸۵۳-۰۳۰۰

صاحبِ دیوان علاء الدین عطا ملک الجوینی (م:۶۸۱ھ) کی کتاب **تاریخ جهان گشائی** جلد سوم کا ترجمہ بنام **تاریخ اسماعیلیه** (از آغاز ۴۹۷ھ تا اختتام ۶۵۴ھ) مع ضمیمہ جات (نسخہ فتح نامہ الموت،استیصال ملاحدہ از جامع التواریخ جلد سوم اور جنگ بغداد کی کیفیت) ہمارے پیشِ نظر ہے۔

علاء الدین عطا ملک جوینی کی کتاب **تاریخ جهان گشائی** کو منگولوں،خوارزم شاہیوں اور اسماعیلیوں کی تاریخ کی

حیثیت سے ہر دور میں بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ اس دور کی کوئی اور ایسی تاریخ موجود نہیں ہے، جس کا مولف واقعات کا عینی شاہد رہا ہو اور منگولوں کے رسوم و روایات اور ان کے سیاسی و معاشرتی اطوار سے ذاتی واقفیت رکھتا ہو۔ جو دوسری کتاب ہائے تاریخ موجود ہیں یا تو ان کا مولف معاصر نہیں ہے یا اگر وہ معاصر بھی ہے تو واقعات کا براہِ راست اس نے مشاہدہ نہیں کیا اور منگولوں اور ان کے ہم عصر حکمرانوں سے اس کی واقفیت ثانوی حیثیت کی رہی ہے، وہ نہ تو فوجوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں موجود رہا اور نہ شاہی درباروں کے اعلیٰ عہدوں سے منسلک رہا ہے۔

اصل کتاب تین جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد منگولوں کے حالات پر، دوسری جلد خوارزم شاہیوں کے حالات، ان کے قلعوں کی تفصیل، ان کے مذہبی عقائد کی توضیح و تشریح، ان کے قدیم عقائد، نیز ہولاکو کے ہاتھوں ان کی حکومت کے مکمل خاتمے کے ذکر پر مبنی ہے۔ تاریخ جہاں گشائی کا نسخہ ۱۹۳۷ء میں مشہور ایرانی فاضل علامہ محمد بن عبدالوہاب قزوینی کے علمی مقدمہ اور تحقیقی حاشیوں کے ساتھ برل، لائیڈن (ہالینڈ) نے شائع کیا تھا، اسی نسخہ کی جلد سوم کا ترجمہ اردو میں پہلی بار ممتاز مورخ، محقق اور مترجم پروفیسر علی محسن صدیقی (م: ۲۰۱۲ء) نے کیا، پُر مغز مقدمہ لکھا اور حواشی تحریر کیے، جسے ادارۂ قرطاس نے سلیقے سے شائع کیا ہے۔

۱۰۔ **ششماهی جهانِ نعت**، غلام ربانی فدا، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۳ء، کرناٹک (انڈیا)، صفحات: ۱۲۰۔ قیمت: ۱۰۰ روپے، ہندوستانی، برائے رابطہ: ۰۰-۹۱-۹۷۴۱۲۷۷۰۴۷، ای میل: jahanenaat@gmail.com

پاکستان میں حمد و نعت کے فروغ کے حوالے سے باقاعدہ کئی ادارے کام کر رہے ہیں اور کئی مجلّات اور کتابی سلسلے شائع ہو رہے ہیں۔ جن میں بالخصوص **ارمغانِ حمد** (کراچی)، **جهانِ حمد** (کراچی)، **نعت رنگ** (کراچی)، **ایوانِ نعت** (لاہور)، **سفیرِ نعت** (کراچی)، **شهرِ نعت** (فیصل آباد)، **کاروانِ نعت** (لاہور)، اور **نعت** (لاہور) شامل ہیں۔

حمد و نعت کے موضوع پر ہندوستان کا پہلا ادبی ششماہی مجلّہ **جهانِ نعت** کا خصوصی شمارہ (حمد و مناجات نمبر) ہمارے پیشِ نظر ہے۔ اس کے مرتب غلام ربانی فدا اور شریک مرتب منیر احمد جامی ہیں۔

مذکورہ مجلّے میں درج ذیل مضامین شامل ہیں: حمد اور مناجات کے تناظر میں قرآن کا اسلوب بیان / ڈاکٹر حاجی ابوالکلام، قدیم حمدیہ شاعری میں شعری محاسن / ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط، حمد و مناجات / ڈاکٹر آغا غیاث الرحمٰن، اردو حمد کا ارتقاء (ایک اجمالی جائزہ) / طاہر حسین طاہر سلطانی، حمد و نعت میں لفظ ''عشق'' کا استعمال / تنویر پھول، ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط کی ''اردو میں حمد و مناجات'' پر کچھ معروضات / ڈاکٹر محمد مشاہد حسین رضوی، ڈاکٹر محمد علی اثر کی حمدیہ شاعری / علیم صبا نویدی۔

علاوہ ازیں ایک خصوصی گوشہ پاکستان کے معروف شاعرِ حمد و نعت طاہر حسین طاہر سلطانی کا شائع کیا گیا ہے۔ پاکستان میں حمد و نعت کے حوالے سے بالخصوص حمدِ باری تعالیٰ کے حوالے سے طاہر سلطانی کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ اس خصوصی گوشے میں طاہر سلطانی کے حوالے سے درج ذیل مضامین شاملِ اشاعت ہیں: اردو حمدیہ ادب کے لیجنڈ۔ شاعرِ حمد و نعت طاہر سلطانی (انٹرویو) / محمد سہیل قادری، طاہر سلطانی کی حمدیہ شاعری کا انتقادی مطالعہ / محسن اعظم محسن ملیح آبادی، طاہر سلطانی کی حمدیہ و

نعتیہ شاعری پر اہلِ علم و قلم کی آراء۔ مذکورہ شمارے کو درجِ ذیل ویب سائٹس پر بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

www.jahanenaat.yolasite.com

www.gulamrabbanifida.yolasite.com

۱۱۔ کتابی سلسلہ: جہانِ نعت، مدیر: محمد رمضان میمن، جلد:۱، شمارہ:۱، جنوری ۲۰۱۴ء، کراچی: ادارہ جہانِ نعت، صفحات: ۱۲۰، قیمت: ۱۵۰ روپے، برائے رابطہ: جہانِ نعت، شارع مسجد حدیبیہ، گلشن حدید، کراچی۔ فون: ۰۳۳۱۔۲۵۳۳۴۲۶

فروغِ نعت کے لیے کوشاں کتابی سلسلہ ''جہانِ نعت'' (کراچی) کا پہلا شمارہ ہمارے پیشِ نظر ہے۔ اس کے مدیر محمد رمضان میمن، معاون مدیر عبدالقادر میمن اور نگران شاعرِ حمد و نعت طاہر حسین طاہر سلطانی ہیں۔ مذکورہ کتابی سلسلہ کا اوّلین شمارہ ممتاز نعت گو، عاشقِ رسول مسرور کیفی (۱۹۲۸۔۲۰۰۳ء) کے حوالے سے ''مسرور کیفی نعت نمبر'' کے طور پر شائع کیا گیا ہے۔ طاہر سلطانی مسرور کیفی کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''حضرت مسرور کیفی درویش صفت انسان تھے۔ وہ نام و نمود اور شہرت کے طلبگار کبھی نہیں رہے۔ جن حضرات نے حضرت مسرور کیفی کو قریب سے دیکھا ہے وہ ہماری اس بات کی تائید کریں گے۔ ان کے قول و فعل میں تضاد نہ تھا۔ وہ ایک باعمل نعت گو تھے، یہی وجہ ہے کہ ہر برس ان پر کرم ہوتا اور وہ ایک نعتیہ مجموعہ لے کر روضۂ رسول ﷺ پر، پلکوں پر اشک سجائے بصد ادب حاضر ہوا کرتے تھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے کرم سے ان کے اکیس مجموعہ ہائے نعت زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئے اور اٹھارہ مرتبہ انھیں سرورِ انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے روضۂ انور پر حاضری کی سعادت حاصل ہوئی۔''

اس خصوصی شمارے میں درجِ ذیل مضامین شامل ہیں: عاشق رسول ﷺ، مسرور کیفی/ سید ابوالخیر کشفی، مسرور کیفی/ اسرار عارفی، حضرت مسرور کیفی کی نعتیہ شاعری اور خدمات/ سید نور احمد میرٹھی، انوارِ مسرور کیفی اور نعتیہ ادب کی زندہ تحریک/ ڈاکٹر شہزاد احمد، سدا بہار نعتیہ پھولوں کا شاعر۔ مسرور کیفی/ سید قاسم جلال، ممتاز نعت گو۔ مسرور کیفی/ کھتری عصمت علی پٹیل، مدینے کا مسافر۔ مسرور کیفی/ طاہر حسین طاہر سلطانی، مسرور کیفی کی نعت/ شاکر کنڈان، حضرت مسرور کیفی۔ منفرد عاشقِ رسول ﷺ/ محمد یوسف ورک قادری، قوسِ قزح کے دلنشین رنگ/ ڈاکٹر مشرف حسین انجم، شمعِ عشقِ رسول ﷺ کا پروانہ۔ مسرور کیفی/ اخلاق عاطف، حضرت الحاج مسرور کیفی۔ ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ/ حافظ نور احمد قادری، دیوانۂ رسول ﷺ۔ حضرت مسرور کیفی/ حکیم نذیر احمد نذیر، خوش نصیب نعت گو۔ مسرور کیفی/ محبوب گل یاسر، عظیم نعت گو۔ حضرت مسرور کیفی/ عظمت میمن، حضرت مسرور کیفی۔ میرے شفیق و مہربان بھائی/ محمد رمضان میمن، مسرور کیفی کی نعتیہ شاعری۔ عقیدت و محبت کا سرچشمہ/ صباح الدین غذری، مسرور کیفی ایک عظیم نعت گو شاعر/ احتشام اللہ جان، نعت نگاروں میں ممتاز مقام کے حامل۔ مسرور کیفی/ پروفیسر ثاقب قریشی، ہم پر حضور ﷺ یونہی آپ کی رہے نظر/

محی الدین محی انصاری۔

علاوہ ازیں مسرور کیفی کا منتخب حمدیہ و نعتیہ کلام، مسرور کیفی کی ایک نعت پر ڈاکٹر ہلال جعفری کی تضمین، شعرائے کرام کا منظوم خراجِ عقیدت، انٹرویو، تاثرات، تبصرۂ کتب، خطوط اور مسرور کیفی نعت لائبریری کو موصولہ کتب کی فہرست شاملِ اشاعت ہیں۔

۱۲۔ افکارِ شگفتہ، ڈاکٹر شکیل اوج، ۲۰۱۴ء، کراچی: کلیہ معارفِ اسلامیہ، جامعہ کراچی، صفحات: ۲۸۶، قیمت: ۵۰۰ روپے، برائے رابطہ: ۰۳۰۰-۲۲۳۶۵۵۸

معروف محقق، نقاد، مفکر، پروفیسر ڈاکٹر شکیل اوج (رئیس کلیہ معارف اسلامیہ، جامعہ کراچی) جنہیں حال ہی میں جامعہ کراچی نے اسلامک اسٹڈیز میں ڈی لٹ کی سند عطا کی ہے، کی نئی کتاب افکارِ شگفتہ ہمارے پیش نظر ہے۔ مذکورہ کتاب اگرچہ ڈاکٹر شکیل اوج کی دینی فکر کے ابتدائی اور تشکیلی دور میں لکھے گئے علمی و فکری مباحث کا مجموعہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان مباحث کی شگفتگی برقرار ہے اور پیش کردہ تمام موضوعات و مباحث آج بھی تروتازہ ہیں اور بقول ڈاکٹر طاہر مسعود ''موضوعات ہی نہیں، ان میں فکر اوج کی معنویت بھی توجہ کی حامل ہے۔''

خود ڈاکٹر شکیل اوج لکھتے ہیں:

''اپنے تجرباتی، مشاہداتی اور مطالعاتی سفر کے دوران میں کن کن مراحل سے گزرا ہوں۔ اس کتاب کے بعض مضامین اس مرحلے کی نشاندہی کریں گے۔ جس میں میرا ماضی پنہاں ہے۔ وہ ماضی جو، اب میرے لیے ازکارِ رفتہ ہے۔ مگر اپنے ارتقاء کے تسلسل میں اس کا بیان میرے لیے ضروری تھا۔ اس لیے اسے خارج نہیں کیا۔

مجھے سمجھ تو میرے نغمۂ سخن سے سمجھ!
میں اپنے دل میں نہیں شعر میں دھڑکتا ہوں''

کتاب میں ۲۳ مضامین شامل ہیں جن میں سے چند کے عنوانات یہ ہیں: ☆حروفِ مقطعات اور ان کے معارف ☆تفہیم الاسلام (چند مغالطے اور ان کے ازالے) ☆ائمہ مجتہدین کے اختلافات اور ان کی نوعیت ☆حنفی اصول الفقہ ☆اعضاء کی پیوندکاری کا جواز ☆کائنات کی مادی توجیہہ اور اسلامی اعتقادات ☆اسلامی سائنس کے یورپ پر اثرات ☆کیا عصرِ حاضر میں خلافتِ راشدہ کا قیام ممکن ہے؟ ☆قرآن و سنت کی عظمت و اتباع، نہج البلاغہ کی روشنی میں ☆تصوف۔ تلاشِ احسن کی ہمہ گیر تحریک ☆ اظہارِ رائے کی آزادی کا قرآنی تصور ☆عذابِ الٰہی کا قرآنی مفہوم ☆رویتِ ہلال میں سائنسی علوم کا کردار ☆انسدادِ منشیات میں سول سوسائٹی اور والدین کا کردار ☆اسمائے کتبِ اعلیٰ حضرت کا علمی جائزہ۔

۱۳۔ اساس، ڈاکٹر شیما ربانی، ۲۰۱۴ء، کراچی: قرطاس، صفحات: ۱۹۴، قیمت: ۲۰۰ روپے، برائے رابطہ: ۰۳۰۵-۲۲۴۷۷۸۷

اساس، ڈاکٹر شیما ربانی کے ان تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً مختلف علمی و تحقیقی رسائل و جرائد میں شائع

ہوئے۔ڈاکٹر شیما مصنفہ، محققہ وادیبہ ہیں اور درس وتدریس سے وابستہ ہیں۔ڈاکٹر شیما ربانی نے ''تاریخ اسلام کی روشنی میں تصوف کا ارتقاء'' کے موضوع پر جامعہ کراچی سے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی ہے۔ان کے افسانوں کا ایک مجموعہ خواب ستارے شائع ہو چکا ہے۔اس کے علاوہ ان کی ایک اہم تصنیف *Turkey: Emergence to Modernism* ہے۔

ڈاکٹر شیما کا شعبہ،تاریخ، بالخصوص مسلمانوں کی تاریخ ہے۔پیش نظر کتاب کے مضامین بھی مسلمانوں کی نظریاتی تاریخ سے متعلق ہیں۔درجِ ذیل گیارہ مضامین اس مجموعے میں شامل ہیں: ا۔تحریک حدیث بحیثیت تحریک تاریخ اسلام، ۲۔ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی رائے میں حدیث وسنت کا مفہوم وفرق، ۳۔تدوین فقہ کی تاریخ (۱)، ۴۔تدوین فقہ کی تاریخ (۲)، ۵۔فقہ کی تفہیم میں سماج کی اہمیت، ۶۔عبادت۔فقہی تصور سے ہٹ کر ایک مخصوص رویہ، ۷۔مسلمانوں میں فلسفیانہ رجحانات کی ابتداء۔ایک جائزہ، ۸۔یہودیت اور عیسائیت کے فکری رجحانات، ۹۔تہذیب و مذاہب عالم، ۱۰۔اسلام اور تصوف، ۱۱۔قدیم عرب میں لفظ ''شاعر'' کا مفہوم اور چند تفاسیر قرآن۔آخر میں شخصیات کا اشاریہ بھی دیا گیا ہے۔

۱۴۔ بے مثال حکمران. ٹیپو سلطان، سید محمود خاور، ۲۰۱۴ء، کراچی: ٹیپو سلطان میموریل سوسائٹی، صفحات: ۱۷۴، قیمت: ۲۹۵، برائے رابطہ: ۲۴۴۵۴۳۷-۰۳۰۰

اقبال کے مردِ مومن کو اگر مجسم دیکھنا ہو تو ٹیپو سلطان شہید (۱۷۵۱-۱۷۹۹ء) کو دیکھا جا سکتا ہے۔برعظیم پاک و ہند کی تاریخ میں ٹیپو سلطان کو ایک لازوال اہمیت حاصل ہے۔ٹیپو سلطان نہ صرف ایک مردِ مجاہد تھا۔بلکہ حقیقی معنیٰ میں اقبال کا ایک مردِ مومن تھا۔عالم وفاضل، عابد وزاہد، بہترین سپہ سالار، بہترین منتظم، تجربہ کار سیاستدان، غیر معمولی بصیرت رکھنے والا عوامی رہنما اور قائد۔پیش نظر کتاب اسی مردِ مومن کے بارے میں ہے جس کے مرتب سید محمود خاور ہیں۔

محمود خاور متعدد کتابوں کے مصنف ومرتب اور ''ٹیپو سلطان میموریل (ویلفیئر) سوسائٹی (رجسٹرڈ) کے روحِ رواں ہیں۔سوسائٹی کا نصب العین ٹیپو سلطان شہید کی حیات، شخصیات، کارناموں، منصوبوں اور خدمات کو اجاگر کرنا، ان پر کتابیں، رسائل وجرائد اور مضامین شائع کرنا، تحقیقی کام کرنے والوں کی مدد کرنا ہے۔مزید براں سوسائٹی کی جانب سے ہر سال ٹیپو سلطان کی برسی (۴رمئی) کے موقع پر سیمینار اور سمپوزیم کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔تاکہ موجودہ اور آئندہ آنے والی نسلیں اپنے اسلاف، محسنوں، بانیانِ پاکستان اور قومی ہیروز کی شخصیات، حیات، کارناموں، قربانیوں اور جذبۂ الوطنی سے آگاہ اور سرشار رہیں۔

محسنِ پاکستان اور ایٹمی سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان اپنے مضمون ''ٹیپو سلطان۔ناقابلِ فراموش ہیرو'' میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

''یہ ہماری بدقسمتی اور قوم کی ستم ظریفی ہے کہ ہم نہ صرف اپنے قومی ہیروز کو بھلا چکے ہیں اور بھول رہے ہیں۔یہی نہیں ہماری نوجوان نسل کو ایسی غیر ملکی کتابیں پڑھائی جارہی ہیں جن میں ہمارے قومی ہیروز کو نہایت نازیبا الفاظ میں یاد کیا گیا ہے مثلاً اے لیول کے نصاب کی ایک کتاب میں حیدر علی اور ٹیپو سلطان کے خلاف نازیبا باتیں لکھی

ہوئی ہیں۔ اس کتاب کا نام *The History & Culture of Pakistan* اور اس کا مصنف *Nigel Kelly* ہے اس میں صفحات ۲۰۔۲۳ پر اس قسم کی باتیں درج ہیں اور ٹیپو سلطان کو *Tiger of Maysore* کے بجائے *Monster of Mysore* کہا گیا۔ اس وقت سخت ضرورت ہے کہ ماہرِ تعلیم و تاریخ ہمارے مدارس کی کتابوں کا دوبارہ جائزہ لیں ان میں تبدیلی کریں تا کہ نصابِ تعلیم ہماری تاریخ اور ثقافت کی صحیح عکاسی کر سکیں۔"

مذکورہ کتاب میں درجِ ذیل اہلِ قلم کے مضامین بالترتیب شامل ہیں: ڈاکٹر عبدالقدیر خان، میجر میر ابراہیم، نسیم حجازی، ڈاکٹر عطیہ خلیل عرب، ڈاکٹر صفدر محمود، فرہاد زیدی، ڈاکٹر معین الدین عقیل، ابراہیم جلیس، محمد احمد سبزواری، ڈاکٹر عفان سلجوق، ڈاکٹر نگار سجاد ظہیر، ڈاکٹر محمد سہیل شفیق، سید محمود خاور، ڈاکٹر ایس ایم معین قریشی، شکیل فاروقی، سید خضر محمود، سید بابر محمود، انور اقبال، ڈاکٹر محمد حمیداللہ، سید مجیب الدین، وحید ظفر، سید معراج جامی، سید وسیم مسعود، واجد اللہ خان، جیون خان، فیروز الدین احمد فریدی، سید محمد عشرت غزالی ایڈووکیٹ، حکیم مظہر سبحان عثمانی، سید محمود خاور/ڈھونڈ واجی واگ، پیر سید محمد گیلانی، سید بشیر احمد، اکرام کاوش۔ نثر کے ساتھ نظم کا بھی ایک قابلِ لحاظ حصہ شامل ہے۔

اس کتاب کو ٹیپو سلطان کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے ۲۱۵ویں یومِ شہادت (۴ مئی ۲۰۱۴ء) پر شائع کیا گیا ہے۔ اس سعی و کاوش کے لیے سید محمود خاور قابلِ مبارکباد ہیں۔

۱۵۔ **مینارِ عظمت و رفعت. نواب محمد اسمٰعیل خان**، سید محمود خاور، ۲۰۱۳ء، کراچی: پیراماؤنٹ پبلشنگ انٹر پرائز، صفحات: ۱۴۸، قیمت: ۴۹۵ روپے، برائے رابطہ: ۲۴۴۵۴۳۷۔۰۳۰۰

نواب محمد اسمٰعیل خان ۱۸۸۴ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ خدمتِ خلق، مسلم لیگ کے استحکام اور قیام وتحریکِ پاکستان میں گزرا۔ نواب صاحب نے کیمبرج یونیورسٹی سے بیرسٹری پاس کی۔ ہندوستان واپسی پر تحریکِ خلافت میں شبانہ روز کام کیا۔ آل انڈیا خلافت کمیٹی کے چیئر مین اور خلافت کانفرنس یو پی کے چیف آرگنائزر مقرر رہوئے۔ ۱۹۲۳ء اور پھر ۱۹۲۶ء میں میرٹھ سے قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ دو مرتبہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے چانسلر بنے۔ ۱۹۳۷ء میں مسلم لیگ کے ٹکٹ پر یو پی صوبائی اسمبلی کے رکن جبکہ ۱۹۴۵ء میں مرکزی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ ۱۹۴۵ء تا ۱۹۵۰ء انڈیا کی دستور ساز اسمبلی کے رکن رہے۔ ۱۹۵۰ء تا ۱۹۵۲ء انڈیا کی پارلیمنٹ کے رکن رہے۔ آپ نے بھرپور اور فعال سیاسی زندگی گزاری لیکن کبھی تہذیب و شائستگی کے دائرے سے باہر قدم نہیں رکھا۔ قلندرانہ صفات کے حامل تھے۔ کبھی کسی کا احسان لیا نہ زندگی بھر اپنی خدمات کے عوض صلہ وستائش کی تمنا کی، نہ ہی کسی سرکاری یا غیر سرکاری منصب وجاہ کے آرزومند ہوئے۔ آپ نے کبھی کسی سیاسی مصلحت پر اپنے اصولوں کو قربان نہیں کیا۔

آپ قائداعظم کے معتمد ترین ساتھیوں میں سے تھے۔ ہمیشہ مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے رکن رہے اور تحریکِ پاکستان کے بڑے نازک دور میں مسلم لیگ کی مجلس عمل کے صدر رہے۔ یہ ایک بڑی اہم اور بھاری ذمہ داری تھی جو قائداعظم نے اس شخص پر

ڈالی جو نواب ابن نواب ہونے کے باوجود شدید مصائب کو صبر و استقامت سے برداشت کرنے کا اہل تھا۔ قیامِ پاکستان کے بعد نواب صاحب ہندوستان میں رہ جانے والے مسلمانوں کی خاطر پاکستان منتقل نہیں ہوئے۔ لیکن آپ کے تین صاحبزادوں جے اے مدنی، اکرام احمد خاں (قیصر) اور افتخار احمد عدنی نے پاکستان کی سول سروس میں اعلیٰ عہدوں پر اہم خدمات انجام دیں۔ ۱۹۵۸ء میں نواب صاحب کا ۱۰ ذی الحجہ کو انتقال ہوا۔ دہلی میں درگاہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے احاطے میں آپ کی تدفین ہوئی۔

پیشِ نظر کتاب عظمت و رفعت کے مینار نواب محمد اسمٰعیل خان سے متعلق اپنی نوعیت کی منفرد اور اولین کتاب ہے۔ جس کے مرتب سید محمود خاور ہیں۔ نواب صاحب سے متعلق اس مجموعۂ مضامین میں درج ذیل ممتاز شخصیات اور اہلِ قلم حضرات کے مضامین شامل بالترتیب شامل ہیں: سید محمود خاور، افتخار احمد عدنی، ڈاکٹر عبدالقدیر خان، سید قاسم محمود، مولانا عبدالحامد بدایونی، احمد رئیس، پروفیسر منور علی خان، نواب صدیق علی خان، سید حسین امام، وقار احمد زبیری، کلیم الرحمٰن شروانی، سید محمد فاروق احمد، فدا احمد عباسی، محمد شیٔن خان، الیس مثانی، پروفیسر آفاق صدیقی، سید وسیم مسعود، سید محمد رضی ابدالی، ظ۔ احمد، احمد رائف، ولی مظہر ایڈوکیٹ۔ آخر میں نواب صاحب کی بعض تقاریر کے اقتباسات بھی دیے گئے ہیں۔

مرتب کتاب جناب سید محمود خاور نے اس علمی خدمت کو انجام دے کر فرضِ کفایہ ادا کر دیا ہے۔ لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ نواب محمد اسمٰعیل خان کی ملّی خدمات، حیات اور کارناموں پر جامعات میں ایم۔ فل اور پی ایچ۔ ڈی کی سطح پر کام کیا جائے۔

۱۶۔ تنقیدی افق، پروفیسر سحر انصاری، ۲۰۱۴ء، کراچی: پاکستان اسٹڈی سینٹر جامعہ کراچی، صفحات: ۲۷۹، قیمت: ۴۰۰ روپے، برائے رابطہ: پوسٹ بکس نمبر ۸۴۲۵۰، کراچی، ای میل: pscuok@yahoo.com

پروفیسر سحر انصاری (پ: ۱۹۴۱ء) جہانِ علم و دانش میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ علم و ادب اور تعلیم و تدریس کے شعبوں میں اپنی خدمات کے حوالے سے ایک معروف اور معتبر مقام کے حامل ہیں۔ آپ نے بلوچستان یونیورسٹی، کراچی یونیورسٹی، وفاقی اردو یونیورسٹی، جناح یونیورسٹی برائے خواتین اور پاکستان اسٹڈی سینٹر کے علاوہ جن دوسرے اداروں میں تدریس کے فرائض انجام دیے ان میں دائتو بنکا یونیورسٹی (جاپان)، کارنیل یونیورسٹی (امریکہ) بھی شامل ہیں۔ ''ناسخ۔ حیات اور شاعری'' کے موضوع پر آپ نے پی ایچ۔ ڈی کا مقالہ لکھا۔ آپ کے اب تک دو مجموعہ ہائے کلام نمود اور خدا سے بات کرتے ھیں شائع ہو چکے ہیں جبکہ نثری کاوشوں میں مقالاتِ جوش اور فیض کے آس پاس شامل ہیں۔

پیشِ نظر کتاب سحرؔ صاحب کے تنقیدی مضامین کا پہلا مجموعہ ہے۔ اس کتاب میں جو مضامین شامل کیے گئے ہیں ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں نظری نوعیت کے مضامین ہیں۔ ان میں ادب کے منصب، ادبی مسائل، ادب کے بدلتے ہوئے رجحانات، سائنسی عہد میں ادب کی نوعیت اور کردار، آزادی کی تحریک کے دوران اور آزادی کے بعد کے ماہ و سال میں ادب کے کردار سے بحث کی گئی ہے۔ دوسرے حصے میں کلاسیکی دور سے لے کر عصرِ حاضر تک کے ادیبوں اور شاعروں میں سے چند ایک ایسے تخلیق کاروں پر لکھے گئے مضامین شامل ہیں جن سے ہمارے ادب کا اعتبار قائم ہوا اور اردو ادب ایک باوقار مقام کا حامل قرار

پایا۔ سحرؔ صاحب نے کتاب کا انتساب ڈاکٹر خیر النساء انصاری کے نام اس خوبصورت شعر کے ساتھ کیا ہے:

محبت کا صلہ حرفِ محبت کے سوا کیا ہے
تم اطمینان کرلینا، مجھے عجلت نہیں کوئی

کتاب کے ناشر پروفیسر ڈاکٹر سید جعفر احمد (ڈائرکٹر، پاکستان اسٹڈی سینٹر جامعہ کراچی) ہیں۔ پاکستان اسٹڈی سینٹر اب تک مختلف اہم موضوعات پر پینتیس سے زائد کتابیں شائع کر چکا ہے۔ سینٹر نے حسبِ روایت سلیقے سے اس کتاب کو شائع کیا ہے۔

۱۷۔ تخلیق کی دھلیز پر، فاروق اعظم قاسمی، ۲۰۱۳ء، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، صفحات: ۲۲۸، قیمت: ۲۵۰ روپے، برائے رابطہ: ۹۰۱۳۹۲۷۳۱۶، ای میل: aqasmijnu@gmail.com

فاروق اعظم قاسمی، نوجوان عالم دین اور جواہر لال نہرو یونیورسٹی نئی دہلی کے ریسرچ اسکالر ہیں۔ پیش نظر کتاب تخلیق کی دھلیز پر ان کی تیسری کتاب ہے۔ اس سے قبل مناظر گیلانی اور آؤ قلم پکڑنا سیکھیں کے نام سے ان کی دو کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ بقول ان کے پہلی کتاب کی حیثیت تحقیقی، دوسری کی تشکیلی و تعمیری اور موجودہ کاوش کی نوعیت تنقیدی یا نیم تنقیدی ہے۔ بعض مقالے مطبوعہ ہیں اور بعض غیر مطبوعہ۔ کتاب کی تبویب اور اس کے مشمولات فاروق اعظم کی روشن خیالی اور ان کی ادبی سلیقہ مندی کو ظاہر کرتے ہیں۔ درج ذیل مضامین اس مجموعہ میں شامل ہیں:

☆ ادیب، تخلیق اور قاری ☆ ادب پر بازار کی اجارہ داری ☆ پروفیسر محمد حسن کی 'ادبی سماجیات' کا تجزیاتی مطالعہ ☆ منٹو کے خاکے میں عصمت چغتائی ☆ منٹو کا موضوعاتی جہاں ☆ پریم چند اور پریم چند کا اسلام پریم ☆ سوانح اور خاکے کا فرق ☆ اردو میں انشائیہ کب سے؟ ☆ مکتوباتی ادب اور حضرت مولانا حسین احمد مدنی ☆ فضائل اعمال اور اردو ادب ☆ تصوف کے چند منتخب اشعار: تعبیر و تشریح ☆ اردو میں صوفیانہ شاعری: روایت اور بدلتے ہوئے رجحانات ☆ تہذیبی موتیوں سے بنا تاج محل: نظیر کی شاعری ☆ شاد عظیم آبادی کی غزل کائنات ☆ علامہ مناظر احسن گیلانی کا شعری جہان ☆ اختر الایمان کی شاعری میں انسانی قدریں ☆ تاج تغزل کا آبدار موتی: مولانا ریاست علی ظفر ☆ بازآمد 'ایک منتاج'... ایک تجزیاتی مطالعہ ☆ اندر سبھا (منظوم ڈراما)....اولیت داہمیت ☆ اردو ڈرامے میں پارسی اسٹیج کی انفرادیت ☆ فنونِ لطیفہ کا شاہکار مغلیہ طرز۔

۱۸۔ درخشاں ستارے: خواتین لائبریری سائنس داں، ڈاکٹر نسرین شگفتہ، ۲۰۱۳ء، کراچی: لائبریری پروموشن بیورو، صفحات: ۲۱۸، قیمت: ۴۰۰ روپے، برائے رابطہ: ۰۲۱-۳۸۵۷۶۳۰۱

ڈاکٹر نسرین شگفتہ (پ: ۱۹۵۵ء) لائبریری سائنس داں ہیں۔ ۱۹۷۷ء میں آپ نے ریاض گورنمنٹ گرلز کالج میں لائبریرین کی حیثیت سے اپنی پیشہ درانہ زندگی کا آغاز کیا۔ کچھ عرصہ اسکول آف لائبریرین شپ پاکستان ببلوگرافیکل ورکنگ گروپ میں بحیثیت استاد خدمات انجام دیں۔ آپ پاکستان لائبریری ایسوی ایشن کی تاحیات ممبر اور پاکستان لائبریری اینڈ انفارمیشن سائنس جرنل (PLISJ) میں معاون مدیرہ کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔

پیش نظر کتاب درخشاں ستارے: خواتین لائبریری سائنس داں پاکستان کی مختلف لائبریریز میں بحیثیت لائبریرین خدمات انجام دینے والی ۳۰ خواتین کے انٹرویوز پر مشتمل ہے جو PLISJ میں شائع ہوتے رہے۔ یہ تمام انٹرویوز ڈاکٹر شگفتہ نسرین نے کیے ہیں۔ پاکستانی کتب خانوں کے فروغ و ترقی میں خواتین کا کیا کردار رہا، انھیں کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، کتنی کامیابیاں حاصل ہوئیں، دنیا بھر میں بالخصوص پاکستان میں کتب خانوں کی کیا صورت حال ہے، اس کا اندازہ اس کتاب کے مطالعہ سے ہوسکتا ہے۔ نیز ہر خاتون کی ذاتی، پیشہ ورانہ دلچسپیوں کی معلومات کے ساتھ ساتھ ادبی و شعری ذوق، تحقیق، تدریس اور کتب خانوی خدمات کا خاکہ نیز مطبوعات کی تفصیلات، متعلقہ شعبہ جات میں ان کی کارکردگی کا احاطہ بھی کیا گیا ہے۔

جن خواتین لائبریری سائنس دانوں کے انٹرویوز شامل ہیں ان کے نام یہ ہیں: ڈاکٹر آمنہ خاتون، ارجمند بانو، امتل السجاد، امتل الودود، راشدہ امان، ڈاکٹر رفیعہ احمد شیخ، ڈاکٹر روبینہ بھٹی، زاہدہ جمال، ڈاکٹر زریں الیاس، شاہانہ علوی، شائستہ چغتائی، شوکت سلطانہ، شہناز مزمل، شیما صدیقی، صالحہ بیگم، صائمہ قدیر، عذرا قریشی، فرزانہ عباس، فوزیہ بانو، قیصرہ ریاض، ڈاکٹر کنول امین، ممتاز بیگم، منور سلطانہ رضی، مہر یاسمین، نازیہ مختار، ناہید پرویز، ندرت آرا علوی، ڈاکٹر نسیم فاطمہ، ہما منان بٹ۔ مذکورہ کتاب دلچسپ بھی ہے اور مفید بھی۔ طلباء و طالبات بالخصوص لائبریری سائنس کے طلباء کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔

۱۹۔ **مکاتیبِ رفیع الدین ہاشمی بنام عبدالعزیز ساحرؔ**، مرتب: ظفر حسین ظفر، ۲۰۱۴ء، راولپنڈی: الفتح پبلی کیشنز، صفحات: ۱۸۴، قیمت: ۳۵۰ روپے، برائے رابطہ: ۰۳۰۱_۵۱۸۷۶۸۶

محقق، نقاد، ادیب، اقبال شناس، استاذ الاساتذہ، ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب، کثیر المراسلت ہیں۔ ملک کے اندر اور باہر ان کا وسیع حلقۂ احباب ہے۔ اب تک ان کے نام تحریر کیے گئے بزرگوں اور دوستوں کے خطوط کے درج ذیل چھ مجموعے شائع ہو چکے ہیں:

۱۔ مکاتیب مشفق خواجہ بنام رفیع الدین ہاشمی (۲۰۰۸ء)
۲۔ مکاتیب رشید حسن خان بنام رفیع الدین ہاشمی، مرتب: ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد (۲۰۰۹ء)
۳۔ مکاتیب ابن فرید بنام رفیع الدین ہاشمی، مرتب: ڈاکٹر خالد ندیم (۲۰۱۰ء)
۴۔ اقبالیاتی مکاتیب، مرتب: ڈاکٹر خالد ندیم (۲۰۱۲ء)
۵۔ گیان نامے، مکاتیب گیان چند بنام رفیع الدین ہاشمی، مرتب: ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد (۲۰۱۳ء)
۶۔ مکاتیب آرزو، مکاتیب مختار الدین آرزوؔ بنام رفیع الدین ہاشمی، مرتب: ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد (۲۰۱۴ء)

پیش نظر مجموعہ ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے ۱۴۹ خطوں کا مجموعہ ہے، یہ خط ڈاکٹر عبدالعزیز ساحرؔ (صدر شعبۂ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی) کے نام ہیں جو ڈاکٹر ہاشمی کے ممتاز شاگردوں میں سے ایک ہیں۔ ڈاکٹر ساحرؔ، شاعر، محقق، نقاد، ادیب، استاد اور دس کتابوں کے مصنف ہیں۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب کے اپنے خطوں کا یہ پہلا مجموعہ ہے۔اس مجموعے میں پہلا خط ۱۲/نومبر ۱۹۹۲ء کا اور آخری خط ۳/جون ۲۰۱۳ء کا تحریر کردہ ہے۔اکثر خطوط نہایت مختصر ہیں لیکن بامعنی و بامقصد ہیں۔ڈاکٹر ہاشمی نے ان خطوں میں ڈاکٹر ساحر کی جس انداز میں تربیت کی کوشش کی ہے وہ ان کی استادانہ مہارت کی گواہ ہے۔پی ایچ۔ڈی کا خاکہ بنوانے سے زبانی امتحان اور پھر لیکچررشپ تک کے تمام مراحل میں مکتوب نگار کا مکتوب الیہ سے رابطہ اور رہنمائی، طرفین کے درمیان گہری محبت کی دلیل ہے۔ مکتوب الیہ (عبدالعزیز ساحر) کے آٹھ خط بھی اس مجموعے میں شامل ہیں، جن سے متن کی تفہیم میں مدد ملتی ہے۔

کتاب کے مرتب ڈاکٹر ظفر حسین ظفر بھی محقق، نقاد، سفرنامہ نگار اور استاد ہیں۔''اقبال اور ملی نشاۃ ثانیہ'' کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی ہے۔علمی، ادبی و تحقیقی مجلے ''ارقم'' (راولاکوٹ) کے مدیر بھی ہیں۔ڈاکٹر ظفر نے بہت محنت، خلوص اور محبت سے ان خطوط کو مرتب کیا ہے اور مفید حواشی تحریر کیے ہیں جس کے لیے وہ قابلِ تحسین و مبارکباد ہیں۔

۲۰۔ **دھوپ چھاؤں**، اشفاق احمد، ۲۰۱۳ء، کراچی: بزمِ تخلیق ادب پاکستان، صفحات: ۳۵۲، قیمت: ۵۰۰ روپے، برائے رابطہ: پوسٹ بکس ۱۷۶۶۷، کراچی۔۷۵۳۰۰، فون: ۸۲۹۱۹۰۸۔۰۳۲۱

دھوپ چھاؤں اشفاق احمد کی خودنوشت ہے۔اشفاق احمد گزشتہ پچاس برس سے برطانیہ میں مقیم ہیں۔ان کا یہ کہنا ہے کہ یہ ہمارے بچوں کا حق ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کریں۔ہمارے بعد کون ہوگا جو ان کو ہماری جدوجہد، ہماری کامیابیوں، ناکامیوں کی داستانیں سنائے گا۔

دھوپ چھاؤں معروف معنوں میں کسی مشہور و اہم شخصیت کی سوانح نہیں ہے۔لیکن پھر بھی اس کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہیں۔یہ ایک عام سے انسان کی داستانِ حیات ہے۔ایک ایسا انسان جو زندگی کے سرد و گرم سے حوصلہ مندی سے گزرا ہے اور ایک لمحہ کو بھی مایوسی کا شکار نہیں ہوا۔خود کو عام انسان کہنے والے اشفاق احمد خود احتسابی کے مرحلے سے بہت خوبی سے گزرے ہیں۔اندازِ بیان رواں، سلیس اور طنز و مزاح کی کیفیت لیے ہوئے ہے۔ ڈاکٹر رضا علی عابدی لکھتے ہیں:

> ''یہ اپنی نوعیت کی ایک ہی سوانح ہے۔اسے اقبال و اعتراف کہا جائے تو بہتر ہو۔مصنف نے شروع ہی میں وہ تمام باتیں کہہ دیں جنھیں عرفِ عام میں سچ کہا جاتا ہے۔مثلاً یہ کہ وہ کوئی معروف شخصیت نہیں۔انھوں نے کوئی بڑا کارنامہ انجام نہیں دیا۔دنیا ان سے واقف نہیں اور انھیں یہ خیال ستاتا ہے کہ کوئی ان کی سوانح کیوں پڑھے گا۔میری مانیے تو یہی وہ اسباب ہیں جن کی بنا پر یہ سوانح پڑھی جانی چاہیے۔''

برطانیہ جیسے 'مہذب' ملک میں حکام نے جس طرح ان کے جوان بیٹے بابر کو جیل میں ڈال رکھا ہے وہ کتاب کا بہت ہی دکھ دینے والا حصہ ہے۔دہشت گردی کے مبینہ الزام میں برطانوی شہری ہونے کے باوجود بغیر جرم ثابت ہوئے آٹھ سال تک برطانوی جیل میں رکھا گیا۔اور پھر قانون و انصاف کے تمام تقاضوں کو پامال کرتے ہوئے اسے امریکا کی جیل بھیج دیا گیا۔ بابر برطانیہ میں پیدا ہوا پلا بڑھا وہیں اس نے تعلیم حاصل کی ملازمت کی لیکن اس برطانوی شہری کو برطانیہ کی عدالت میں صفائی پیش

کرنے کا بھی موقع نہیں دیا گیا۔ صرف الزامات کی بنیاد پر اکتوبر ۲۰۱۳ء میں بابر کو امریکہ بھیج دیا گیا۔ کتنے عرصے کے لیے یہ اس کے والدین نہیں جانتے۔ اصل میں بابر کا جرم ہی بہت بڑا ہے اور وہ یہ کہ وہ ایک باعمل مسلمان ہے۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

۲۱۔ **شہید عبدالقادر ملاّ**، مرتبین: سلیم منصور خالد، طارق محمود زبیری، طبع سوم ۲۰۱۴ء، لاہور: منشورات، صفحات: ۲۵۰، قیمت: ۴۵۰ روپے، برائے رابطہ: منصورہ، ملتان روڈ، لاہور۔ فون: ۰۴۲-۳۵۴۳۴۹۰۹

دسمبر ۱۹۷۱ء میں سقوطِ مشرقی پاکستان ہماری تاریخ کا ایک المناک باب ہے، اس پر سنجیدگی سے غور کرنے اور اس سے سبق سیکھنے کی اپنی جگہ بے حد اہمیت ہے۔ فروری ۱۹۷۴ء میں ماضی کے تلخ باب کو بند کر کے پاکستان اور بنگلہ دیش دونوں ملکوں نے بہتر مستقبل اور باہمی تعاون کا عزم کیا تھا اور اس راہ پر گامزن بھی ہوئے تھے، لیکن اچانک بنگلہ دیش کی حکمران عوامی لیگ نے ۲۰۱۰ء میں 'انسانیت کے خلاف جرائم' کے نام پر ایک نام نہاد بین الاقوامی ٹریبونل بنا کر، اپوزیشن کی جماعتوں، خصوصیت سے جماعت اسلامی اور ایک حد تک بی این پی (بنگلہ دیش نیشنلسٹ پارٹی) کو نشانہ بنایا اور ۲۰۱۱ء میں گرفتاریاں اور مقدمات شروع کر دیے گئے جن کے ذریعے سات افراد، یعنی: علامہ دلاور حسین سعیدی، ابوالکلام آزاد، محمد قمر الزمان، علی احسن مجاہد، صلاح الدین قادر، معین الدین اشرف الزماں کو سزائے موت، پروفیسر غلام اعظم کو عمر قید اور عبدالقادر ملاّ کو پہلے عمر قید اور سیاسی دباؤ کے ڈرامے کے بعد سزائے موت سنا دی گئی۔ اسی طرح بنگلہ دیش نیشنلسٹ پارٹی کے عبدالعلیم کو عمر قید سنائی اور مزید دو درجن افراد پر مقدمہ چلایا جا رہا ہے۔ جبکہ سال ۲۰۱۳ء کے دوران ۴۶۵ سے زیادہ افراد صرف ان جعلی مقدمات کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے حسینہ واجد کی گولیوں کا نشانہ بن چکے ہیں۔

پیش نظر مجموعۂ مضامین شہید عبدالقادر ملاّ کے تذکرے سے معمور ہے۔ بنگلہ دیش میں جماعت اسلامی کے رہنما جناب عبدالقادر ملاّ کو محض سیاسی انتقام کے جنون میں جس طرح شہید کیا گیا ہے، عدالتی قتل کی بدترین مثال ہے جس نے ہر دردمند آنکھ کو اشک بار کر دیا ہے۔ شہید عبدالقادر ملاّ ۱۹۴۸ء موضع امیر آباد، فرید پور، مشرقی پاکستان میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۶۹ء میں اسلامی جمعیت طلبہ (اسلامی چھاترو شنگھو) پاکستان کے رکن بنے۔ سینئر ٹیچر رائفلو پبلک اسکول اینڈ کالج ڈھاکہ اور قائم مقام پرنسپل بیر شریستھا محمد پبلک کالج ڈھاکہ رہے۔ ایگزیکٹو ایڈیٹر، روزنامہ 'سنگرام' کی ذمہ داری ادا کی۔ 'بنگلہ دیش نیشنل پریس کلب' کے دو مرتبہ نائب صدر منتخب ہوئے۔ ۱۹۸۶ء اور ۱۹۹۶ء میں بنگلہ دیش پارلیمنٹ کے الیکشن میں حصہ لیا۔ ۲۰۱۰ء میں اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل، بنگلہ دیش جماعت اسلامی مقرر ہوئے۔ ۵/فروری ۲۰۱۳ء کو جنگی جرائم کے نام نہاد ٹریبونل نے ایک غیر شناخت شدہ گواہی پر عمر قید کی سزا سنا دی بعد ازاں قانون میں ترمیم کر کے ۱۲/دسمبر ۲۰۱۳ء کو سنٹرل جیل ڈھاکہ میں پھانسی دے دی گئی۔

عبدالقادر ملاّ کا جرم یہ نہیں تھا کہ وہ کسی فوجداری یا اخلاقی جرم کے مرتکب ہوئے ہوں، ان کا اصل جرم ۱۹۷۱ء کی جنگ

میں پاکستان سے محبت اور بنگلہ دیش کی تحریک میں عدم شرکت ہے۔

سلیم منصور خالد لکھتے ہیں:

''شہید عبدالقادر ملاّ نے اپنی زندگی راہِ حق میں قربان کرکے آنے والی نسلوں کے لیے روشن چراغ بلند کر دیا۔ درجنوں دانشوروں نے اس کرب ناک واقعے اور مظلومانہ شہادت کے ظلم کو اپنے اپنے انداز سے سمو دیا ہے۔ اس اندازِ تکلم میں اللہ کے لیے محبت کا سمندر موجزن ہے۔ دیکھا جائے تو ان میں سے کسی کا بھی عبدالقادر شہید سے رنگ، نسل، زبان کا کوئی تعلق نہیں، مگر ایمان کے مضبوط رشتے نے دل کے تاروں کو یوں جھنجھوڑا کہ جس کا ارتعاش پڑھنے والوں کو ہر سطر میں محسوس ہوگا۔''

پیشِ نظر کتاب میں اخبارات و جرائد سے ان تحریروں سے تکرار کو ایک حد تک محو اور ضروری پیرا بندی کرکے پیش کیا گیا ہے۔ یہ تحریریں اخبارات کے اوراق میں گم ہو کر رہ جاتیں مگر سلیم منصور خالد اور طارق محمود زبیری نے انھیں نہ صرف جمع کیا بلکہ ضروری تدوین کے بعد یہ کتابی شکل دی۔ جس کے لیے مرتبین لائقِ تحسین ہیں۔ پروفیسر خورشید احمد صاحب نے بہت شرح وبسط اور دلائل کے ساتھ اس کا مقدمہ تحریر کیا ہے۔ کتاب کے آخر میں اشاریہ بھی دیا گیا ہے۔

۲۲۔ **دلکشا تذکرہ میاں محمد عالم**، محبوب عالم تھابل، ۲۰۱۴ء، لاہور: کتب خانہ محمد عالم مختارِ حق، شہاب ٹاؤن، صفحات: ۱۶۰، قیمت: ندارد، برائے رابطہ: ۰۴۲-۳۷۵۷۶۲۵۷

محمد عالم مختارِ حق (م: ۶ر مارچ ۲۰۱۴ء)، ممتاز محقق، ادیب، نقاد، ماہر پروف ریڈر اور دو درجن سے زائد کتابوں کے مصنف/مؤلف/مرتب تھے۔ خطاطی میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ پروف ریڈنگ کی ابتدا آپ نے قرآن مجید سے کی۔ حافظِ قرآن نہ ہونے کے باوجود مہارت کا یہ عالم تھا کہ بعض ناشرین سند یافتہ پروف ریڈر سے پڑھوانے کے بجائے آپ ہی سے پروف ریڈنگ کروا لیتے۔ آہستہ آہستہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دیگر کتابوں کی بھی پروف ریڈنگ شروع کر دی۔ آخری کتاب ان کی اپنی تالیف ''غالبیاتِ مہر'' تھی۔ جس کی پروف ریڈنگ کرکے وہ ناشر کے حوالے کر چکے تھے مگر اس کی طباعت ان کی زندگی میں نہ ہو سکی۔

آپ کا نادر الوجود ذاتی کتب خانہ ۱۴ ہزار سے زائد کتابوں کے ذخیرہ پر مشتمل تھا۔ اخبارات و رسائل کی تعداد ان کے علاوہ ہے۔ زیادہ تر رسائل کے مکمل فائل آپ کے کتب خانہ میں موجود تھے۔ ایمان داری سے سرکاری ملازمت بھی کی اور قریباً پچاس سال مقامی مسجد میں امامت کے فرائض بھی پابندی سے انجام دیے۔ کراچی سے اسلام آباد تک درجنوں اہلِ علم سے رابطہ رکھتے اور علمی موضوعات پر معلومات و رہنمائی فراہم کرتے۔ راقم الحروف کو بھی آپ سے علمی استفادہ اور ٹیلی فون پر رابطہ کی سعادت حاصل رہی ہے۔ مختارِ حق صاحب کی ۸۳ سالہ زندگی تبلیغِ دین، فروغِ علم اور محنت و مشقت سے عبارت ہے۔

مختارِ حق صاحب کے تفصیلی حالات کی اشد ضرورت تھی جسے احسن طریق پر ان کے بڑے صاحبزادے، لائق باپ کے لائق فرزند، محبوب عالم تھابل نے پیشِ نظر کتاب کی صورت میں پورا کر دیا ہے۔ اہلِ علم و دانش کے ۲۱ مضامین اس کتاب کا حصہ

ہیں۔محبوب عالم صاحب نے کئی مقامات پر وضاحتی واختلافی نوٹ بھی دیے ہیں جو کہ ایک مفید عمل ہے۔مستقبل کے مورخ کے لیے مختار حق مرحوم کے سوانح کے باب میں اس کتاب کو بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل ہوگی۔

ہوتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

بہت مختصر وقت میں ان مضامین کو ترتیب واشاعت سے گزار کر ۱۳/اپریل ۲۰۱۴ء کو مرحوم کے چہلم کے موقع پر احباب میں تقسیم کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کے درجات کو بلند فرمائے،لواحقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور فروغِ علم کے لیے ان کی کاوشوں کو ان کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے۔ (آمین)۔

۲۳۔ خونِ حسرت، سید محمد جمیل واسطی،۲۰۱۴ء،کراچی:قرطاس،صفحات:۱۰۳،قیمت:۱۰۰روپے،برائے رابطہ:۰۳۲۱۔۳۸۹۹۹۰۹

سید محمد جمیل واسطی (۱۹۰۵۔۱۹۸۱ء) ہمارے لیے یوں بھی معروف ہیں کہ ان کی ایک تصنیف اسلامی روایات کا تحفظ تاریخ نویسی کے زمرے میں بھی شامل ہے جو اسلام کے عروج وزوال کے اسباب وعلل کی نشاندہی اور تجزیے پر مبنی ہے۔ دوسرے یہ کہ ان کے صاحبزادے، پروفیسر (ر) ڈاکٹر منیر واسطی ہیں جو جامعہ کراچی میں شعبۂ انگریزی کے سربراہ رہ چکے ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

سید محمد جمیل واسطی نے انگریزی زبان وادب میں اولاً گورنمنٹ کالج لاہور اور پھر سینٹ اسٹیفن کالج دہلی سے اعلیٰ مدارج طے کیے اور مزید تعلیم کے لیے کیمبرج یونیورسٹی سے منسلک ہوئے۔وہاں سے واپس آکر تدریس میں مشغول ہوگئے۔اس سلسلے میں مختلف شہروں کے تعلیمی اداروں میں تعینات ہوئے اور آخر میں سندھ یونیورسٹی سے وابستہ ہوئے۔درمیانی عرصہ میں چند سال محکمۂ اطلاعات ونشریات اور وزارتِ تعلیم میں بھی کام کیا۔تخلیقی سرگرمیوں میں شاعری اور ناول نویسی سے خاص شغف رہا۔ ناول میں پنگل کا جزیرہ،چمن لُٹ گیا، خوف کے بھنور ، فریب و فراز اور شاعری میں فکرِ جمیل اور بھکی باتیں ان سے یادگار ہیں۔

پیشِ نظر مجموعۂ کلام سید محمد جمیل واسطی کی غیر مدون شاعری کا مجموعہ ہے۔واسطی صاحب کا وہ کلام جو ان کے سابقہ مجموعوں میں شامل نہیں ہوسکا تھا اور منتشر تھا،اسے ان کے فرزند ڈاکٹر منیر واسطی نے نہ صرف محفوظ رکھا اور اسے اب یکجا کر کے موجودہ صورت میں شائع کردیا ہے۔''معروضہ'' کے عنوان سے ڈاکٹر معین الدین عقیل نے جمیل واسطی کی شخصیت وفن پر روشنی ڈالی ہے۔چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

حصولِ آرزو ہے خونِ آرزو کے سبب
جلالِ مرگ میں ہے شانِ زندگی کا سراغ

زندگی انسان کی اک کاوشِ بے سود ہے
چند دن پھرتا ہے دیوانہ سا گھبرایا ہوا

کفِ گرداب دریا کے حبابوں کی ہے کیا قسمت
کہ جن موجوں پہ پلتے ہیں انہی پر جان دیتے ہیں

گو کرم ان کا نصیب دگراں ہوتا ہے
ان کی باتوں سے محبت کا گماں ہوتا ہے

۲۴۔ جهادِ سخن، خلیل احمد خلیلؔ، ۲۰۱۲ء، کراچی: الجلیس پبلی کیشنز، صفحات: ۱۹۱، قیمت: ۲۰۰، برائے رابطہ: ۸۹۶۸۵۴۴۔۰۳۰۰، ای میل: khalilahmedkhalil@hotmail.com

جهادِ سخن خلیل احمد خلیلؔ کا شعری مجموعہ ہے۔ خلیل احمد پیشے کے اعتبار سے وکیل ہیں لیکن شعروسخن سے گہری وابستگی رکھتے ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں آپ نے معروف شاعر اعجازؔ رحمانی کی معاونت اور رہبری میں استاد قمرؔ جلالوی کی نسبت سے ''بزمِ قمر'' قائم کی اور جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ مختلف ادبی تنظیموں کے ماہانہ طرحی مشاعروں میں شریک ہوتے رہے۔ متعدد مشاعروں میں قمرؔ جلالوی کی صدارت میں کلام بھی پڑھا۔ کالج لائف میں ''انجمن مصنفین طلبہ پاکستان'' میں بحیثیت معتمد عمومی کے ادبی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیا۔ بعدازاں انورؔ جاوید ہاشمی کے توسط سے ان کے والد جناب عبداللہ ہاشمی المعروف سالکؔ ہاشمی سے شرف تلمذ قائم ہوا۔ پیش نظر کتاب میں خلیل احمد خلیلؔ کا تعارف جناب انورؔ جاوید ہاشمی نے قلمبند کیا ہے جبکہ ان کی شاعری کا جائزہ محترمہ صفورا خیری نے لیا ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ کیجیے:

منزل کی جستجو میں اک حد تک سفر کیا
''نقشِ جنوں'' سے ''عکسِ خرد'' تک سفر کیا

پہلے سے ہی یہاں ہے بہت خواہشوں کی بھیڑ
دل میں نہ آئے اب کوئی ارمان سے کہو

دل گرفتہ ہے بہت حال بھی ماضی کی طرح
فکرِ فردا سے کسی طرح رہائی دے دے

۲۵۔ ابن صفی کون؟، مشتاق احمد قریشی ، س ن، کراچی: نئے افق گروپ آف پبلی کیشنز، صفحات:۳۵۲، قیمت:۵۰۰روپے، برائے رابطہ:۰۲۱-۳۵۶۲۰۷۱

ابن صفی کے تعلق سے مشتاق احمد قریشی کی تیسری کتاب ابن صفی کون؟ ہمارے پیش نظر ہے۔مشتاق احمد قریشی ابن صفی کے قریب ترین شاگردوں میں سے ہیں۔انھی صفحات میں مشتاق احمد قریشی کی کتاب یادش بخیر. ابن صفی کا تعارف قبل ازیں پیش کیا جاچکا ہے۔مشتاق احمد قریشی لکھتے ہیں:

''ابن صفی گوکہ جاسوسی ادب کے حوالے سے یاد کیے جارہے ہیں لیکن اگر بغور سوچا جائے ،فکر کی جائے تو ابن صفی ایک پورے کے پورے عہد کا نام ہے جس نے بابائے اردو مولوی عبدالحق کے کام،ان کے مشن کو ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر انجام دیا ہے۔اردو زبان وبیان کو عام آدمی سے لے کر خاص الخاص آدمی تک پہنچایا اور پڑھوایا ہے۔''

پیش نظر کتاب ابن صفی کے چاہنے والوں اور عقیدت مندوں کے جذبات واحساسات کا حسین مرقہ ہے۔کتاب میں ۵۱ مضامین شامل ہیں،جن میں سے چند یہ ہیں:ابن صفی : مطالعہ فن/ ڈاکٹر سیدہ جعفر،ابن صفی کون؟/محمد عارف اقبال،ابن صفی بحیثیت مزاح نگار/ پروفیسر مجاہد حسن حسینی،نہ مار پائے گی موت ہم کو کہ ہم کتابوں میں جی رہے ہیں/مشتاق احمد قریشی،دنیائے اسرار کا شہنشاہ ابن صفی/مجاہد لکھنوی،کشفی نامہ/ ڈاکٹر سید ابوالخیر کشفی،ابن صفی!ذراہٹ کے/یاسر پیرزادہ،میں اور ابن صفی/نذیر فتح پوری۔

۲۶۔ ماہنامہ جام نور، مدیراعلی:خوشتر نورانی،۲۰۱۴ء،دہلی:۴۲۲ مٹیا محل،جامع مسجد دہلی،انڈیا، صفحات:۴۰۰، قیمت:۱۰۰ ہندوستانی روپے، برائے رابطہ: فون: ۰۹۸۷۱۰۹۴۷۶۰، ای میل: k_noorani@yahoo.com

ماہنامہ جامِ نور دہلی،کی خصوصی پیش کش'عالمِ ربانی نمبر'ہمارے پیش نظر ہے۔۴۰۰صفحات کا یہ خصوصی شمارہ فاضل نوجوان،ممتاز ناقد ومحقق،شہید بغداد،عالم ربانی،علامہ شیخ اسید الحق قادری عثمانی بدایونی(۱۹۷۵-۲۰۱۴ء) کی علمی ،فکری اور دینی خدمات اور کارناموں کی یاد میں شایع کیا گیا ہے۔

شیخ اسید الحق عاصم القادری،خانوادۂ عثمانیہ بدایوں کے چشم و چراغ ،جامعۃ الازہر سے فارغ التحصیل،شیخ الحدیث (مدرسۂ قادریہ بدایوں)،۶۰ سے زائد علمی وتحقیقی مقالات اور ایک درجن سے زائد مطبوعہ وغیر مطبوعہ کتابوں کے مصنف ومؤلف، اردو وعربی زبان وادب کے ماہر ،نئی نسل کے نمائندہ عالم اور قلم کار تھے۔ ۴/مارچ ۲۰۱۴ء کو بغداد میں وحشت گردوں کی گولیوں کا نشانہ بنے اور شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔شیخ اسید الحق کی حیات وخدمات بہت وسیع موضوع ہے جس کا یہاں احاطہ کرنا ممکن نہیں۔جس کا احاطہ'جامِ نور'' کے اس ضخیم شمارے میں بھی ممکن نہ ہوسکا۔(''جامِ نور'' کا اگلا شمارہ بھی'عالمِ ربانی نمبر'ہوگا۔) کتنے ہی علمی وتحقیقی منصوبے آپ کی زیرنگرانی جاری تھے۔

؎ سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا

میں ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

شیخ صاحب کی پوری زندگی علم و تحقیق، تصنیف و تالیف، مطالعہ و درس و تدریس سے عبارت تھی۔۲۰۰۴ء میں جامعۃ الازہر سے واپسی کے بعد اپنی علمی و عملی زندگی کا باضابطہ آغاز کیا۔صرف ۱۰ سال کی عملی زندگی (۲۰۰۴۔۲۰۱۴ء) میں اتنا کام کیا کہ جو دیکھتا ہے حیرت میں پڑ جاتا ہے۔شیخ صاحب کا سانحۂ ارتحال بلاشبہ موت العالِم موت العالَم کا مصداق ہے۔

جامِ نور کے اس شمارے میں 'روداد غم' کے عنوان سے اس المناک سانحہ کی تفصیلات، 'نالۂ درد' اور 'گریۂ الم' کے عنوان سے شیخ اسید الحق کی شہادت پر اہلِ خانقاہ اور اہلِ علم کے کلمات رنج والم، 'پس منظر' کے عنوان کے تحت خانوادۂ عثمانیہ کا تعارف و خدمات اور دیگر تحریریں، 'شخص وعکس' کے عنوان کے تحت آئینۂ حیات، ارباب علم و دانش کے اعترافات، کچھ یادیں کچھ باتیں، دس سالہ عملی زندگی کے چند یادگار شب و روز کا تذکرہ، 'اظہار و اعتراف' کے عنوان کے تحت ہندو پاک کے ممتاز علمائے کرام، مشائخ عظام اور اہلِ علم کے مضامین و تاثرات، 'علمی آثار' کے تحت آپ کی تصنیفات و تالیفات کا تذکرہ اور 'حدیثِ دل' کے عنوان کے تحت آپ کا منتخب کلام پیش کیا گیا ہے۔

جامِ نور کے مدیر اعلیٰ خوشتر نورانی اور مرتبین ذیشان احمد مصباحی اور ارشاد عالم نعمانی ہیں۔خوشتر نورانی، عالمِ دین، مصنف، محقق، ادیب، ناظمِ تعلیمات: جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء (نئی دہلی) ہونے کے ساتھ شیخ اسید الحق کے یارِ غار بھی تھے۔ یک جان و دو قالب کی مثال ان پہ صادق آتی تھی۔جامِ نور کا یہ شمارہ ان کی محبتوں کا اظہار اور اس وعدہ کی تکمیل ہے جو شیخ صاحب نے خوشتر نورانی سے لیا تھا:

''ہم دونوں میں سے پہلے جو بھی اس دنیا سے جائے گا وہ دوسرے کا مرثیہ لکھے گا، میں اگر پہلے دنیا سے چلا گیا تو تم لکھنا اور تم پہلے گزر گئے تو میں لکھوں گا۔''

خوشتر نورانی نے اپنے وعدے کی تکمیل کر دی ہے اور اس مرثیے میں ہندو پاک کے لاتعداد مشائخ اور اہل قلم کو بھی شامل کر لیا ہے۔مجلسِ تحقیق برائے اسلامی تاریخ و ثقافت (کراچی) بھی ان سطور کے ذریعے شیخ اسید الحق کی شہادت پر تعزیت پیش کرتی ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ شیخ صاحب کی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔(آمین)۔

۲۷۔ مجلہ دستاویز، مدیر اعلیٰ: سید عزیز نبیل، ۲۰۱۲ء، دوحہ/دہلی، ادارہ دستاویز، صفحات: ۷۵۰، قیمت: ۴۰۰ روپے، برائے رابطہ: ادارہ دستاویز، پوسٹ بکس نمبر ۸۰۹۵۱، دوحہ، قطر، ای میل: dastavez.m@gmail.com

عالمی اردو ادب کا سالانہ دستاویزی سلسلہ، مجلّہ ''دستاویز'' کا ''اردو کے اہم ادبی رسائل و جرائد نمبر'' ہمارے پیش نظر ہے۔اس کے سرپرست حسن عبدالکریم چوگلے، مدیر اعلیٰ عزیز نبیلؔ اور مدیر اعزازی ڈاکٹر عطا خورشید ہیں۔کراچی سے اس کی مجلس

مشاورت میں سید انور جاوید ہاشمی اور راشد اشرف شامل ہیں۔

پیش نظر مجلہ اردو کے ادبی رسائل و جرائد کی تاریخ کے ایک سو دس سال کا دستاویزی آئینہ ہے۔ رسائل و جرائد کے گوشے میں اردو کی ادبی صحافت کے درجِ ذیل ۲۷ نہایت اہم رسائل کے گوشے شامل کیے گئے ہیں: ا۔مخزن، لاہور/ دہلی، ۲۔ زمانہ، کانپور، ۳۔عصمت، دہلی/ کراچی، ۴۔ الناظر، لکھنؤ، ۵۔ علی گڑھ میگزین، ۶۔ ہمایوں، لاہور، ۷۔ نگار، بھوپال/لکھنؤ/کراچی، ۷۔ نیرنگِ خیال، لاہور/ راولپنڈی، ۸۔ ادبی دنیا، لاہور، ۹۔ ساقی، دہلی/ کراچی، ۱۰۔ شاعر، آگرہ/ ۱۱۔ ممبئی، ۱۲۔ ادبِ لطیف، ۱۳۔ ایشیا، میرٹھ/ بمبئی، ۱۴۔ سب رس، حیدرآباد، ۱۵۔ آج کل، دہلی، ۱۶۔ افکار، بھوپال/ کراچی، ۱۷۔ سویرا، لاہور، ۱۸۔ نقوش، لاہور، ۱۹۔ ماہِ نو، کراچی/ لاہور، ۲۰۔ شاہراہ، دہلی، ۲۱۔ تحریک، دہلی، ۲۲۔ نیا دور، لکھنؤ، ۲۳۔ سوغات، بنگلور، ۲۴۔ فنون، لاہور، ۲۵۔ سیپ، کراچی، ۲۶۔ اوراق، لاہور، ۲۷۔ شب خون، الٰہ آباد۔

علاوہ ازیں کچھ قدیم اور اہم رسائل کے رنگین سرِ ورق کے نمونوں کے علاوہ عصرِ حاضر کے کچھ اہم رسائل کے مدیران کے انٹرویوز اور تقریباً ۶۰۰ ادبی رسائل و جرائد کا انسائیکلو پیڈیائی اشاریہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ اشاریہ کو بہت طویل ہونے سے بچانے کے لیے کوشش کی گئی ہے کہ صرف انہی رسائل کو جگہ دی جائے جن کا مزاج خالص ادبی ہو اور سلسلۂ اشاعت بہت مختصر نہ ہو۔ عزیز نبیل لکھتے ہیں:

> ''مختلف عہد میں شائع ہونے والے رسائل کے مطالعہ سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح اردو کی ادبی صحافت تبدیلی کے مدریجی عمل سے گزری اور رسائل و جرائد نے اپنے پیراہن کس طرح تبدیل کیے۔ یہ رسائل اپنے عہد کے قلم کاروں کا شناخت نامہ اور مستقبل کے محقق کے لیے ایک مستند ذریعۂ تحقیق بھی ہوتے ہیں۔''

یہ ایک ایسا دستاویزی نوعیت کا مجلہ ہے جسے ہر کتب خانہ کی زینت ہونا چاہیے۔

> ۲۸۔ **ششماہی سروش**، مدیرِ اعلیٰ: پروفیسر ڈاکٹر محمد عارف خان، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۴ء، آزاد کشمیر: ڈاکٹر محمد رفیع الدین ریسرچ سینٹر گورنمنٹ کالج میر پور، صفحات: ۱۱۶، قیمت: ندارد، برائے رابطہ: ۰۳۴۶-۵۴۵۵۹۰۹، ای میل: *prof.dr.makhan@gmail.com*

ڈاکٹر محمد رفیع الدین ریسرچ سینٹر، گورنمنٹ کالج میر پور آزاد کشمیر کا علمی و تحقیقی مجلہ **سروش** کا پہلا شمارہ ہمارے پیش نظر ہے۔ جس کے سرپرست اور مدیرِ اعلیٰ: پروفیسر ڈاکٹر محمد عارف خان (پرنسپل)، مدیر: پروفیسر منیر احمد یزدانی (صدر شعبۂ اردو)، معاون مدیران: پروفیسر راجہ محمد طارق خان، پروفیسر حافظ محمد سلمان اور پروفیسر شازیہ نسرین ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر عارف خان لکھتے ہیں:

> ''ستر سال بعد اس کالج کو یہ حق حاصل ہے کہ یہ یونیورسٹی کا درجہ پائے اور تحقیق و ریسرچ کے جدید انداز اپنائے۔ یہ تحقیقی و علمی مجلہ نصب العین کی طرف ایک قدم ہے۔ یہ مجلہ میر پور کالج کے علاوہ آزاد کشمیر و پاکستان کے

ریسرچ اسکالرز کے لیے بھی ایک بہترین موقع ہے کہ وہ اپنے تحقیقی مقالات شائع کراسکیں۔اس ضمن میں 'ڈاکٹر محمد رفیع الدین ریسرچ سینٹر' قائم کر دیا گیا ہے جو کالج کی علمی و ادبی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ تحقیق و تصنیف کو پروان چڑھانے کے فرائض سرانجام دے گا۔اس کالج کی علمی ہستیوں کے شہ پاروں کو شائع کر کے ادارہ کی عظمت رفتہ کی روایت کو زندہ کیا جائے گا۔"

مذکورہ شمارے میں درجِ ذیل تحقیقی مقالات شامل ہیں: روحانیت: کردار سازی میں انسان کی شدید ضرورت/ ڈاکٹر محمد عارف خان، علامہ اقبال کا نظریہ تعلیم/ پروفیسر منیر احمد یزدانی، میاں محمد بخشؒ (سوانح اور تصانیف کا تعارف)/ زبیر احمد قاضی، البرٹ آئن اسٹائن اور تجاذبی قوت/ راجہ محمد طارق، اقبال اور تحریک آزادئ کشمیر/ پروفیسر فتح محمد ملک، اقبال اور ہمارا مستقبل/ ڈاکٹر سعدیہ طاہر، اقبال اور کشمیر کا تعلق/ آصف حمید، اقبال اور مغربی استعمار (انور رومان کی تصنیف کا جائزہ)/ محفوظ حسین۔علاوہ ازیں مباحث اور نقد و نظر کے سلسلے بھی شمارہ کا حصہ ہیں۔

❁ ❁ ❁

بیادِ رفتگان

زیبا افتخار ☆

محمد یحیٰ (۲؍جنوری ۲۰۱۴ء۔خانیوال، پاکستان)

محمد یحیٰ عزیز ایک ایسی شخصیت کا نام تھا، جو اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔انہوں نے اپنی پوری زندگی درس وتدریس کو سونپ دی اور درس وتدریس بھی ایسی کہ جس میں اخلاقی اقدار کی مثالی تربیت شامل تھی۔وہ بیک وقت اسلامیات، اسلامی تاریخ اور عربی زبان وادب کے معلم تھے، عربی کے علاوہ انھیں انگریزی، فارسی اور نائجیریا جانے کے بعد وہاں کی زبان ''ہاوسا'' پر مکمل عبور حاصل تھا۔

محمد یحیٰ ۱۸؍اکتوبر ۱۹۴۵ء کو سعودی عرب کے مقدس شہر مکہ میں پیدا ہوئے، یہ ان کی خوش نصیبی تھی کہ ان کے والدین ان دنوں عبدالعزیز آل سعود کے مہمان تھے۔انہوں ے اپنی ابتدائی تعلم فیصل آباد کے ایک چھوٹے سے گاؤں کے مدرسہ دارلعلوم تعلیم الاسلام سے حاصل کی اور یہیں سے انہوں نے ۱۹۴۶ء میں درس نظامی کا چھ سالہ کورس مکمل کیا ، بعدازاں عالم عربی اور فاضل عربی کے امتحانات نمایاں حیثیت سے پاس کئے۔ساتھ ہی ساتھ میٹرک، ایف۔اے اور بی۔اے کے امتحانات نجی طور پر پاس کیے۔پھر وہ کراچی چلے آئے یہاں انہوں نے ایم۔اے عربی (۱۹۷۰ء) کے امتحان میں گولڈ میڈل حاصل کیا، ۱۹۷۴ء میں شعبۂ اسلامی تاریخ، کراچی یونیورسٹی سے، ایم۔اے کیا، ۱۹۷۵ء میں کالج آف ایجوکیشن، کراچی سے بی۔ایڈ کیا، امریکی کلچرل سینٹر سے انگریزی اور ایرانی کلچرل سینٹر سے فارسی زبان کا دو سالہ کورس مکمل کیا۔

۱۹۷۵ء سے ۱۹۸۵ء تک نائجیریا کے مختلف کالجوں اور یونیورسٹیوں میں عربی ، اسلامیات اور اسلامی تاریخ کے مضامین پڑھاتے رہے۔بعدازاں واپس پاکستان چلے آئے، یہاں انہوں نے ہلال احمر سعودی عرب کے تحت ریزیڈنٹ ڈائریکٹر

☆ ڈاکٹر زیبا افتخار، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اسلامی تاریخ، کراچی یونیورسٹی